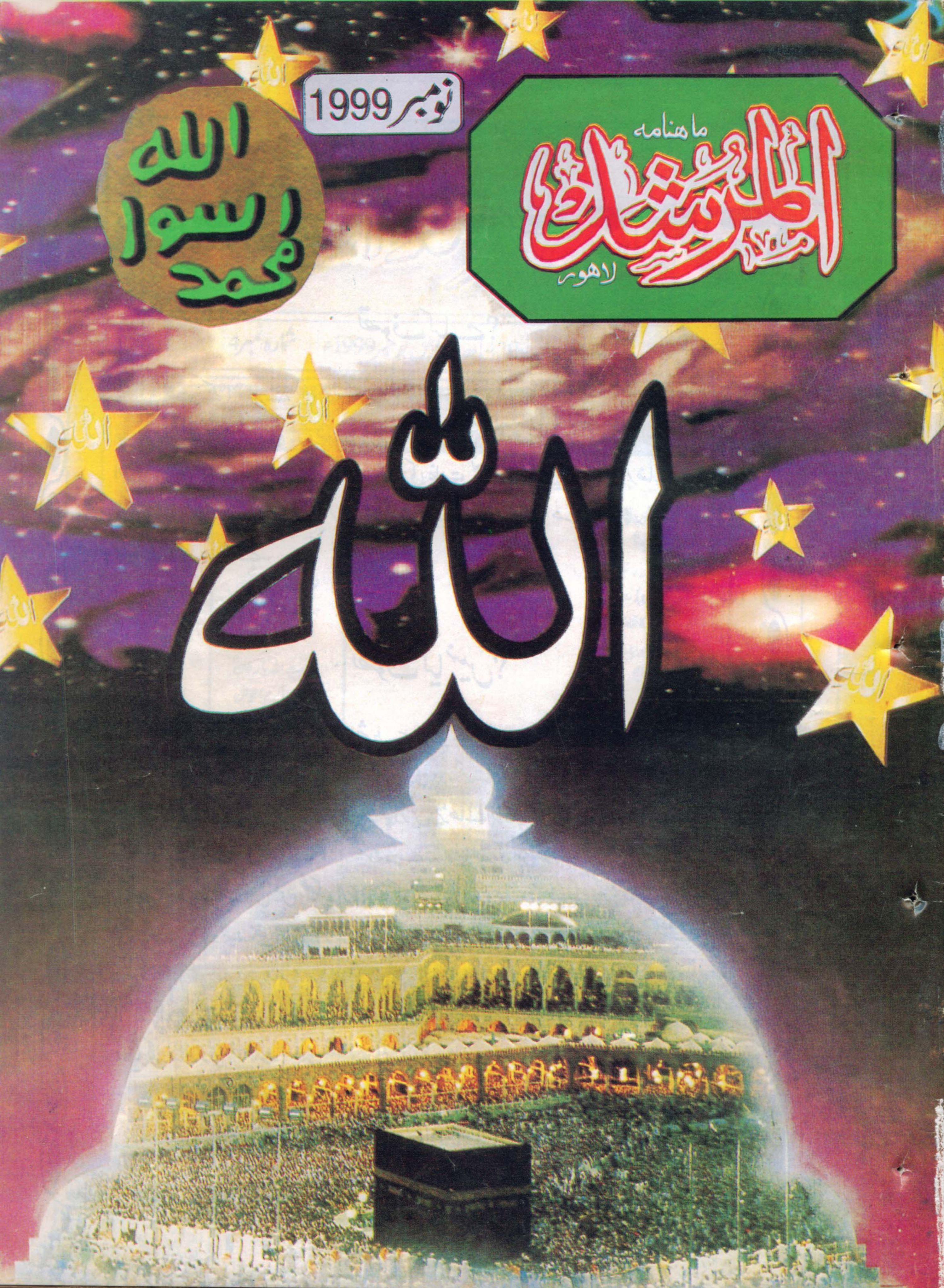
ماہنامہ
المرشد
لاہور
نومبر 1999
الله
محمد رسول الله
الله

# ماہنامہ المرشد لاہور

جلد نمبر 21　　رجب المرجب 1420ھ بمطابق نومبر 1999ء　　شمارہ نمبر 4

## اس شمارے میں



| نمبر | عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|---|
| 1 | چیف صاحب منزل کی طرف بڑھیے | اداریہ | 3 |
| 2 | نفاذ اسلام، پس چہ بائید کرد | امیر محمد اکرم اعوان | 4 |
| 3 | ثواب کیا ہے؟ | امیر محمد اکرم اعوان | 10 |
| 4 | حضرت اللہ یار خانؒ کی باتیں | | 18 |
| 5 | تزکیہ کی ضرورت | غبارہ راہ سے اقتباس | 19 |
| 6 | غیرت الٰہی کا تقاضا | امیر محمد اکرم اعوان | 21 |
| 7 | سوالات و جوابات | | 24 |
| 8 | شیخ کا اپنے شاگرد کے نام خط | حضرت اللہ یار خانؒ | 27 |
| 9 | ظلم کیا ہے؟ | امیر محمد اکرم اعوان | 28 |
| 10 | سنت سے ایک انٹرویو | محمد رفیق چودھری | 31 |
| 11 | سفر حرمین شریفین | امیر محمد اکرم اعوان | 32 |
| 12 | کلام شیخ (توبہ) | سیماب اویسی | 38 |
| 13 | آخرت اور تصوف | امیر محمد اکرم اعوان | 39 |
| 14 | تقلید اور اجتہاد | امیر محمد اکرم اعوان | 43 |
| 15 | عام آدمی اور نفاذ اسلام | امیر محمد اکرم اعوان | 47 |
| 16 | راہ سلوک کے مسافروں کے نام | پیغام | 53 |
| 17 | اب پچھتاوے کیا ہوت | رفیق احمد باجوہ | 55 |
| 18 | مقام صحابہؓ | امیر محمد اکرم اعوان | 58 |



رابطہ آفس:- دار العرفان، عقب عبداللہ پورویگن سٹینڈ، ریلوے کالونی فیصل آباد- فون 727410

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق　　انتخاب جدید پریس لاہور 6314365

پتہ:- ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور- فون 5180467

# اداریہ — چیف صاحب منزل کی طرف بڑھیے

اقتدار کی بوسیدہ بیساکھیاں بھاری مینڈیٹ کا وزن برداشت نہ کر سکیں اور بالآخر چھت سمیت اپنے ہی مکینوں پر آگریں۔ خلافت راشدہ کا نظام لانے کے فراڈ وعدوں کی بدولت اقتدار پر براجمان ہونے والوں کو مکافات عمل نے اتنی مہلت نہ دی کہ گرفتاری سے قبل ذرائع ابلاغ کے ذریعے برطرفی سے پہلے اپنا آخری بیان ہی نشر کروالیں۔ قیام پاکستان سے لے کر تاحال بیسیوں حکمران آئے اور چلے گئے ---- دعوے‘ وعدے‘ نعرے‘ پالیسیاں‘ عزائم‘ ایجنڈے اور پروگرام بدلتے رہے..... لیکن انگریز کا فرسودہ‘ کرپٹ اور لاچار نظام حکمرانوں کو ان تمام پروگراموں‘ وعدوں‘ دعووں اور نعروں سمیت نگلتا رہا‘ ملک کے حالات دن بدن خراب ہوتے چلے گئے۔۔ معاشی نظام تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا۔ عدالتی نظام اتنا پیچیدہ ہو گیا کہ عام آدمی کے لئے انصاف کا حصول ایک ڈراؤنا خواب بن گیا۔ تعلیمی نظام محض ڈگریوں کی بندر بانٹ رہ گیا۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے فارغ ہونے والے ”اعلیٰ تعلیم“ یافتہ ہونے کے باوجود اخلاق و کردار کے اعلیٰ وصف سے عاری رہے۔۔ غرض کہ خاندانی نظام کو بھی ایک بڑا دھچکا لگا۔ پاکستانی قوم کو جھٹکے پہ جھٹکا دینے والے نظام نے بالآخر بھاری مینڈیٹ کو ایک ہی جھٹکے میں پلٹ دیا۔ امریکہ کی پشت پناہی‘ اعلیٰ عدالتوں کو فتح کرنے‘ صدر مملکت کو روبوٹ بنانے‘ ارکان اسمبلی کے منہ پر آئین کے نام پر پٹیاں باندھنے والوں نے جب فوج پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو کایا پلٹ گئی ---- یوں تاریخ کا ایک اور تاریک باب ختم ہوا‘ عبرت کی کہانیوں میں ایک نئی کہانی کا اضافہ ہوا۔۔ نواز شریف کی حکومت ختم ہو گئی --- وزیر اعظم‘ سابق وزیر اعظم بن گئے ---- اور جب یہ سطریں لکھی جا رہی ہیں تو وہ فوج کی حراست میں تھے --- ملک میں فوجی حکومت قائم ہو چکی ہے۔۔ تمام چہرے بدل چکے ہیں -- افسوس !--- صد افسوس !! کہ سابقہ حکمرانوں نے حالات‘ عوامی آراء اور فقیروں کی آواز پر کان نہ دھرے..... حالانکہ اللہ کے برگزیدہ بندے بلواسطہ یا بلاواسطہ طور پر انہیں بار بار بتاتے رہے‘ سمجھاتے رہے..... غلط راستے پر چلنے سے روکتے اور صراط مستقیم پر لانے کے لئے کوشاں رہے‘ مگر نشہ ہی ایسا تھا..... اقتدار کا نشہ سب کچھ فتح کر لینے کا نشہ ----- نہ کسی کی سنی‘ نہ کسی کی مانی -- حکومت کی برطرفی سے چند روز قبل تنظیم الاخوان کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان نے بھی حکمرانوں کو آگاہ کیا تھا کہ اگر وہ قوم سے مخلص ہیں تو فرسودہ نظام کو بدلیں‘ ملک میں اسلامی نظام رائج کریں۔ یہی مسائل کا حل ہے‘ یہی امن کی ضمانت ہے اور یہی حکمرانوں کے بچاؤ کا راستہ ---۔ حکمران منہ پر تو ہاں میں ہاں ملاتے مگر لمحوں بعد ہی بات سنی سنائی کر دیتے..... اب سابقہ حکمران کم از کم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ انہیں کسی نے آگاہ نہیں کیا تھا۔۔ کسی نے بتایا نہیں تھا -- کسی نے خطرے کی نشاندہی نہیں کی تھی ---۔ بہر حال ملکی تاریخ کا ایک تاریک باب ختم ہو گیا اور نیا باب شروع ہو گیا۔ جنرل پرویز مشرف نے چیف ایگزیکٹو آف پاکستان کے عہدے کا چارج سنبھال لیا ہے۔ ان کی شخصیت اور پیشہ وارانہ صلاحیتوں کے بارے مختلف پہلوؤں پر بہت کچھ اخبارات میں آچکا ہے‘ بہت کچھ ابھی آتا رہے گا..... مگر ہمارے ملک کے سیدھے سادھے لوگوں کو چہرے بدلنے سے اب کوئی دلچسپی نہیں رہی‘ وہ تو صرف اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ اور انگریز کے فرسودہ نظام سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ یہی امید وہ چیف ایگزیکٹو پاکستان جنرل مشرف سے لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ ملکی دولت لوٹ کر بیرون ملک منتقل کرنے والے لیٹروں‘ سیاستدانوں‘ وڈیروں اور جاگیرداروں سے قوم کی امانت واپس لیں گے‘ ان کے پیٹ چاک کر کے ہڑپ کئے ہوئے کروڑوں ڈالر نکلوائیں گے ------ قوم تو احتساب چاہتی ہے۔ ایسا احتساب جو غیر جانبدارانہ ہو‘ بلا امتیاز ہو اور بے رحمانہ ہو ---- قوم کا مطالبہ تو یہی ہے کہ ٹیڑھی انگلیوں سے جو لوٹ مار کی دولت واپس ملے اس سے ملک کے قرض اتارے جائیں۔ آنے والی نسلوں کو غیر ملکی قرضوں سے نجات ملے‘ اور ملک کو برباد کرنے والوں کو قرار واقعی سزا ملے ------ لیکن یہ قوم کی منزل ہرگز نہیں ........ یہ تو راستہ ہے ---۔ منزل تو ملک میں نفاذ اسلام ہے۔ اور یہ منزل تب ہی پاکستان کا مقدر بن سکتی ہے کہ فوج اپنا کام جلد از جلد مکمل کر کے حکومت دیانتدار‘ باکردار اور صالح لوگوں کے حوالے کر دے جو اس ملک میں شریعت نافذ کر کے پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی ملک بنائیں۔

# نفاذ اسلام، پس چہ بائد کرد

**خطاب امیر محمد اکرم اعوان**

**مورخہ 99-3-5 دار العرفان منارہ**

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

یہ ارشاد باری حجتہ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں نازل ہوا۔ اور یہ ایک ایسی خبر تھی جس نے مسلمانوں میں بے پناہ مسرت اور خوشی پیدا کی لیکن اسی کے ساتھ ایک عجیب بات یہ تھی کہ لوگوں نے جب یہ ایہ کریمہ سنی اور خوش ہوئے تو سب نے چاہا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دی جائے۔ کیونکہ انہیں نبی ﷺ کے قریب تر سمجھا جاتا تھا۔ لوگ جب تلاش کرتے ہوئے پہنچے تو وہ اپنے خیمے کے گوشے میں بیٹھے تھے اور آنسوؤں کی جھڑی لگ رہی تھی۔ لوگ حیران ہوئے کہ حضور یہ تو بڑا خوشی کا موقع ہے دین مکمل ہوگیا' نزول قرآن کی تکمیل ہوگئی' احکام دین کی تکمیل ہوگئی ہے تو کیا آپ اس بات پر رنجیدہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا میرے دکھ کا سبب کچھ اور ہے۔ اس بات کی تو مجھے بھی خوشی ہے لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ یہی وہ کام تھا جس کے کرنے کے لئے محمد رسول ﷺ نے اس فرش خاکی کو اپنے قدوم مبارک سے مشرف فرمایا اور اب یہ کام مکمل ہوگیا اور اس کی اطلاع اللہ کریم نے کردی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ اس دار فانی میں اب نہیں رہیں گے چونکہ جس کام کے لئے تشریف لائے تھے وہ تو مکمل ہوگیا اور یہ نکتہ تھا کہ جو نزول آیت پر صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سمجھ میں آیا اور پھر وہی ہوا کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ تین مہینے بھی اس دار فانی میں نہیں رہے۔ بیاسی روز بعض روایات کے مطابق یا کم و بیش تین مہینے سے کم نوے دن حضور ﷺ دنیا میں نہیں رہے' دار فانی سے تشریف لے گئے۔

ہم جب فقہ حنفی کی بات کرتے ہیں تو باقی آئمہ کی فقہ کو غلط نہیں کہتے اور نہ ہی آئمہ فقہ غلط ہیں' قابل فخر لوگ ہیں جنہوں نے عمریں اس تحقیق میں گزار دیں کہ حضور ﷺ نے کیا حکم دیا' اس پر صحابہؓ نے کس طرح سے عمل کیا اور حضور ﷺ نے کس عمل کو پسند فرمایا۔ فرق کیا ہے چاروں میں؟ فرق ہے ترجیح کا۔ چونکہ احکام دین نازل ہوتے رہے اور وقت کے ساتھ ان میں تبدیلیاں بھی ہوتی رہیں۔ نماز ہی کو لے لیجئے جب نماز فرض ہوئی لوگ نماز بھی پڑھ رہے ہوتے تھے اور بات بھی کرلیتے تھے' آنے جانے والے کو دیکھ بھی لیتے تھے اور نماز نہیں ٹوٹتی تھی۔ شراب حرام نہیں ہوئی تھی لوگ شراب بھی پی لیتے تھے جاکر نماز بھی پڑھ لیتے تھے پھر سب سے پہلے حرمت شراب نماز کے لئے نازل کی گئی۔

لاتقربوا الصلوة وانتم سکاری۔

"اگر شراب پی رکھی ہو تو نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے" گویا نماز پڑھنے کے لئے تمہیں شراب سے پرہیز کرنا ہوگا۔ نشے کی حالت میں انتم سکاری۔ اس حالت میں کہ تمہارے حواس معطل ہوں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے نماز فرض ہے تو گویا بالواسطہ منع فرمایا جارہا تھا اس کے بعد مکمل حرمت کا حکم آگیا۔ اس طرح مکہ مکرمہ میں جہاد کی اجازت نہیں تھی تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں تھی ہجرت مدینہ منورہ کے بعد جہاد کا حکم آگیا۔

فقہ حنفی کی جب ہم بات کرتے ہیں تو اس کی ایک فضلیت یہ بتائی جاتی ہے یا ہم بتاتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے اور ان کی بنائی ہوئی چالیس علماء کی کونسل نے یہ کوشش کی ہے کہ کسی بھی حکم پر سب سے آخری حالت جو حضور ﷺ نے پسند فرمائی ہو وہ کیا ہے جس کے بعد کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ فقہ حنفی کی ایک ہت بڑی خوبی جس کی وجہ سے ہم اس پہ عمل کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ آخری

حالت مثلاً" نماز ہی کو لے لیجئے اس میں جو تبدیلیاں ہوتی رہیں جو سب سے آخری حالت کہ حضور ﷺ نے کس طرح وضو کیا کس طرح نماز ادا فرمائی' فقہ حنفی اس پر اصرار کرتی ہے۔

ہمارا آج کا مسئلہ یہ ہے کہ بے شمار دینی جماعتیں ہیں' بے شمار دین دار لوگ ہیں' بے شمار نیک لوگ ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ بلامبالغہ اس ملک کے اسی فیصد لوگ دین دار اور شریف لوگ ہیں۔ اٹھارہ فیصد بدمعاش ہیں اور دو فیصد وہ بدکار ہیں جو اقتدار پہ قابض ہیں۔ اٹھارہ فیصد وہ ہیں جو اقتدار کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں اور مفادات اٹھاتے ہیں۔ عوام کو بھی لوٹتے ہیں' خواص کو بھی لوٹتے ہیں۔ جو بدکار ہیں جن کا پیشہ بدمعاشی ہے دو فیصد ہیں۔ یہ ایک طبقہ ہے جو اقتدار میں رہتا ہے کبھی کوئی کبھی کوئی ایک طبقہ ہے۔ اسی فیصد نیک اور دین دار لوگ ہیں ان میں بہت بڑی بڑی دینی جماعتیں ہیں' دینی سیاسی جماعتیں بھی ہیں۔ ایک انبوہ کثیر دینی مدارس کا ہے جو دنیا کی ہر غلاظت سے الگ قال اللہ و قال رسولؐ کے ساتھ اپنی عمریں گزار رہے ہیں' انہیں کوئی اور کام ہی نہیں۔ پیدا مساجد میں ہوتے ہیں' ان کے جنازے مساجد سے اور درس گاہوں سے اٹھتے ہیں' ساری ساری زندگی لوگوں کو قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم دیتے گزر گئی۔ آپ گننے لگیں تو عقل حیران ہو جاتی ہے کہ اس طرح کے کتنے لوگ ہیں جنہوں نے اس زمانے میں بھی' موجودہ زمانے کی خرافات کو اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیا اور پوری زندگی محض اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات کرتے گزار دی۔ پھر وجہ کیا ہے کہ ان کی تعداد بھی زیادہ ہے' یہ مخلص بھی ہیں' یہ دین دار بھی ہیں اور دو فیصد بے دین ان پر قابض اور مسلط ہیں؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ دین کا خاصہ تو یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں جہاد کی اجازت ملی تو ایک بڑا لشکر جرار جو تیار ہوا تین سو تیرہ کا تھا جس میں کچھ بوڑھے تھے' کچھ بچے تھے' کھانے کے لئے میدان بدر میں پانچ پانچ کھجوریں مجاہدین کا دن بھر کا راشن تقسیم ہو رہا ہے اور کسی کے پاس پورا لباس نہیں ہے' کسی کے پاس ایک چادر ہے' کسی کے پاس دو ہیں۔ چند لوگوں کے پاس لباس پورا ہے' کوئی سر سے ننگا ہے' کوئی پاؤں سے ننگا ہے' زرہیں نہیں ہیں' تلواریں نہیں ہیں' ہتھیار نہیں ہیں' اوزار نہیں ہیں' سواریاں نہیں ہیں۔ دو گھوڑے' آٹھ ڈھالیں' چھ تلواریں اس طرح کا کوئی اسباب ہے تیر کمان ہیں کسی غیر ملکی طاقت کی پشت پناہی بھی نہیں ہے۔ جہاد کا حکم مل گیا اس کی تعمیل کے لئے میدان میں اترے تو قرآن گواہ ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کی مدد کے لئے اتر جاؤ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ ہم تو ارادہ کرتے تھے کسی کی طرف بڑھنے کا اور دیکھتے تھے اس کا سر اچک کر ادھر جا پڑتا ہے۔ مشرکین مکہ نے بھی کہا ایک بہت تگڑے آدمی کو ایک کمزور سے صحابی نے جب باندھ کر پیش کیا بارگاہ نبوی ﷺ میں تو حضور ﷺ حیران ہوئے تو اس نے کہا آپ ﷺ حیران نہ ہوں اس شخص نے مجھے نہیں باندھا یہ مجھے بھی نہیں پتہ کس نے پکڑ رکھا تھا یہ تو محض بہانہ ہے۔

اگر یہ طاقت اتباع نبوت ﷺ کی تھی' دین پر عمل کی تھی' حضور ﷺ کا حکم ماننے کی وجہ سے تھی تو پھر آج وہ طاقت کیا ہوئی؟ آج ہم جتنا دینی کام کر رہے ہیں کیا یہ حضور ﷺ کے حکم کے مطابق نہیں ہے' یہ کہنا اتنا آسان نہیں ہے۔ آپ ہر عالم کو' ہر دین دار کو' ہر نمازی کو' ہر پرہیزگار کو اس شک کی نظر سے دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتے۔ کیا مجبوری ہے لوگوں کی' کیوں اللہ اللہ کرتے ہیں یا جو نہیں کرتے ان کا کسی نے کیا بگاڑ رکھا ہے۔ صرف اسی لئے اللہ اللہ کرتے ہیں کہ ان کا تعلق اللہ سے' اللہ کے حبیب ﷺ سے ہے۔ اب یہ بڑی سوچنے کی بات ہے کہ لوگوں کے دین پہ بھی شبہ نہ کیا جائے' ان کی محنت پہ بھی شبہ نہ کیا جائے۔ آپ تبلیغی جماعت ہی کو لے لیں لوگ اس پر ہزار اعتراض کرتے ہیں' ہزار فتوے لگاتے ہیں لیکن کیا کبھی کسی تبلیغی جماعت کے آدمی نے اپنا ذاتی کام یا اپنی ذات کے لئے کسی سے کچھ کہا ہے؟ کیا کسی سفر کے لئے کسی سے کوئی خرچ مانگا ہے؟ کہیں جا کر ٹھہرتے ہیں تو ان کے ٹھہرنے کا کسی پر بوجھ ہے؟ کچھ بھی نہیں! جب ایک آدمی اپنا خرچ بھی گھر سے لیتا ہے' اپنی ذات کی بات بھی نہیں کرتا' ٹھہرتا بھی اللہ کے گھر میں ہے' بات بھی اللہ ہی کی کرتا ہے' اس

کے بعد اگر کوئی کہے نہیں جی یہ بے ایمان ہی ہیں تو پھر کہنے والے کا بھی اللہ ہی حافظ ہے۔ پھر ایمان داری کی دلیل کیا ہو سکتی ہے اور۔ اسی طرح دینی سیاسی جماعتوں کو لے لیجئے۔ علماء ہی سربراہ ہیں ان کے اور بڑے اچھے فاضل لوگ اور سارے یہی کہتے ہیں کہ نفاذ اسلام ہونا چاہئے۔ دینی جماعتوں کو لے لیجئے جو سیاست میں نہیں ہیں، محض دینی کام کرتی ہیں اور ان کا مطلب بھی محض قیام دین ہے۔ یار! یہ اتنے دین دار لوگ اور اتنی دینی جماعتیں اور چند دنیا دار جن کی پشت پہ آپ امریکہ کہہ لیں، مغرب کہہ لیں، یہودی کہہ لیں، یورپ کہہ لیں آپ جو طاقت بھی کہیں گے انسانی طاقت ہوگی اور یہ جن کی میں بات کر رہا ہوں ان کی پشت پہ اللہ کی طاقت ہے تو جن کے ساتھ اللہ ہے وہ کمزور ہیں مار کھا رہے ہیں اور جن کے ساتھ یہودی ہے یا امریکہ ہے وہ تکڑے ہیں کوئی وجہ ہونی چاہئے۔

نبی ﷺ کا بیان کردہ فارمولا جو رب کریم نے عطا فرمایا اور قرآن میں جلی حروف میں موجود ہے وہ سادہ ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا اللہ کی رسی کو سارے مل کر مضبوطی سے پکڑو اور الگ الگ نہ ہو۔

میرے خیال میں ہماری کمزوری یہ ہے کہ کوئی شروع کرتا ہے مکی زندگی سے کہ جو مکی زندگی میں تیرہ برس حضور ﷺ نے یہ کیا، ہمیں پہلے ابتداء میں یہ کرنا چاہئے۔ بات تو درست ہے اس کی، بظاہر تو بڑی خوبصورت لگتی ہے لیکن میں اس سے متفق نہیں ہوں۔ اس سے مطمئن نہیں ہوتا اس لئے کہ مکی زندگی میں تو آدھے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ آدھے مدینہ منورہ آکر نازل ہوئے تھے۔

کیا ان احکام پہ عمل ہم چھوڑ دیں گے جو مدینہ میں نازل ہوئے یا کیا جب دین مکمل ہو گیا تو جو مسلمان ہوتا تھا اسے مکی زندگی کی فرصت ملتی تھی کہ تیرہ سال پہلے تم ان احکام پہ عمل کرو اور تیرہ سال بعد مدینے سے شروع ہونا پھر 23 سال بعد تم پر مکمل اسلام نافذ ہوگا؟ نہیں! ہرگز نہیں! جیسے ہی کوئی کلمہ پڑھتا ہے، پورے کا پورا اسلام اس پہ لاگو ہو جاتا ہے۔ کسی نے مکی زندگی کو پکڑا، کسی نے طائف کے سفر سے دلیل حاصل کی، کوئی مدینہ کی ہجرت سے شروع ہوا اور کسی نے یہودیوں کے ساتھ سفارت اور صلح کا دروازہ جا کر ڈھونڈا حالانکہ حق یہ ہے ہم سب کو اس ایہ کریمہ کے نزول سے لیکر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی ابتداء کرنی ہوگی اس وقت سے جب اللہ نے کہہ دیا الیوم اکملت لکم دینکم اس سے پہلے کیا ہوا وہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ ہم مکے میں نہیں تھے، ہم بدر و احد میں نہیں تھے، ہم مدینے کے مہاجر نہیں ہیں، انصار مدینہ میں ہم نہیں تھے، ہم بعد میں آنے والوں میں سے ہیں۔ بعد میں آنے والوں کے لئے فرمایا۔ علیکم بسنتی و بسنتہ خلفاء راشدین المھدین - او کما قال ﷺ کہ تم نے میری سنت پہ عمل کرنا ہے اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پہ کہ وہ فنافی الرسول ﷺ تھے۔ ان کا ہر کام اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ اگر ہم ساری دینی جماعتیں اس بات پہ متفق ہو جائیں کہ خلافت راشدہ نے کون سے طریقے اپنائے تو ہمارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

اگلے دن کانفرنس ہو رہی تھی پنڈی میں۔ بے شمار علماء تھے۔ میں نے وہاں بھی یہی بات عرض کی کہ ہمارے پاس دلائل رہ جاتے ہیں تین۔ پہلی بات یہ ہے کہ احکام شرعی میں سے کسی ایک حکم کو چھوڑنے والے کے ساتھ جہاد کیا جائے گا۔ اور یہ وہ اجماع ہے جو خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تیسرا اجماع ہوا۔ دوسرا سلیمہ کذاب کے خلاف تلوار اٹھانے کے لئے تھا کہ جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اس پر تلوار اٹھائی جائے گی پھر تیسرا اجماع منکرین زکوٰۃ کے خلاف تو ان کے خلاف تلوار اٹھائی گئی۔ یہ منکرین زکوٰۃ کافر نہیں تھے۔ یہ عہد نبوی ﷺ کے مسلمان تھے، نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، احکام شریعت پر عمل کرتے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے مطلق زکوٰۃ سے انکار نہ کیا ہو بلکہ مرکز کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ہو کیونکہ اس وقت ساری زکوٰۃ مرکز وصول کرتا تھا اور زکوۃ کا مقصد بھی یہی ہے کہ جو بھی ادارہ یا حکومت ملک چلائے وہ باقاعدہ تنظیم کے ساتھ زکوۃ جمع کرے اور اس کے مصارف پہ اسے لگائے۔ جہاں جہاں اس کے مستحق ہیں وہاں پہنچائے یہ بھی حکومت کی ذمہ داری ہے اور اسی سے

ہماری موجودہ حکومت نے یہ فائدہ اٹھایا کہ زکوۃ لیکر ڈوموں بھانڈوں کنجروں اور سیاسی رشوت کے طور پر بانٹنا شروع کر دیا۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تو افراد تھے یا کچھ قبائل تھے اور تلوار اٹھانے والی حکومت اسلامیہ تھی' جب کہ یہاں خود حکومت سارے احکام شرعی کو پامال کئے بیٹھی ہے۔ تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ یہ حکومت مسلمانوں کی تو ہے اسلامی حکومت نہیں ہے۔ ہم کسی کو کافر نہیں کہہ رہے' ہم مسلمان ہیں اور شاید حکمران ہم سے اچھے مسلمان ہوں' دلوں کے حال تو اللہ جانتا ہے' مسلمانوں کی حکومت تو ہے لیکن اسلامی حکومت نہیں ہے۔ اسلامی حکومت وہ ہوتی ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی ہو' دین کی ہو' شریعت کی ہو' جس میں اتباع شریعت کا کیا جائے جب کہ یہاں سارا اتباع انگریز کے بنائے ہوئے برطانوی ہند کے نظام کا کیا جاتا ہے۔ بھئی اگر حکومت نے یہ قدم اٹھایا تو عام آدمی تو حکومت کے خلاف نہیں اٹھ سکتا تو پھر ایک اور بھی طریقہ ہے اور میرے خیال میں ہمارے لئے یہی آخری مثال ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مملکت اسلامی دنیا پہ پھیلی بڑی بڑی طاقتیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں میں ڈھیر ہو گئیں' قیصرو کسریٰ جیسی سلطنتوں کے پرخچے اڑ گئے یمن کے خزانے اور قیصر اور کسریٰ کے سونے کے محل اور ان کے سونے کے باغات اور تاج و تخت چھینوں اور ہتھوڑوں سے توڑ کر غرباء میں بانٹ دیئے گئے تو دنیا کی طاقتیں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے تھراتی تھیں اور جس طرف مسلمان افواج کا رخ ہو جاتا تھا ملکوں پہ ملک فتح کرتی چلی جاتی تھیں۔ چھبیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح ہوا ہے عہد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں۔ دنیا کا وہ عظیم فاتح امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کی سلطنت کی مثال اس کے زمانے میں روئے زمین پر نہیں ملتی تھی۔ خطبے کے لئے تشریف فرما ہوئے منبر پہ' تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوالاً" پوچھ لیا کہ لوگو! میں اب وہ خطاب کا بیٹا نہیں ہوں جسے تم جانتے ہو' میں اس عہد کا ایک عظیم اور طاقت ور حکمران ہوں' میری افواج شمال کے برفستانوں سے لیکر افریقہ کے صحراؤں تک اور مغربی سمندروں سے لیکر ہندوستان کی وادیوں تک پھیل چکی ہیں۔ اب اگر میں اس طاقت کے ساتھ' اس قوت کے ساتھ اپنی مرضی کرنا چاہوں یا میں سنت رسول ﷺ سے ہٹ جاؤں اور میں اپنے ضابطے اور قاعدے بنا دوں تو تم میرا کیا کرو گے؟ ایک بدوی اٹھ کر کھڑا ہو گیا' کسی سمجھ دار کے کھڑا ہونے سے پہلے اس نے تلوار سونت لی اس نے کہا یا عمرؓ ابھی ہمارے بازوؤں میں اتنی قوت ہے کہ ہم تجھے سیدھا کر دیں۔

ہمارے پاس صرف یہ ایک طریقہ ہے۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شخص یہ بات سن سکتا ہے کہ اگر تم اتباع رسالت ﷺ سے ہٹ گئے تو ہمارے بازوؤں میں قوت ہے' ہماری تلواروں کی دھار میں ابھی جان ہے ہم بنوک شمشیر تجھے سیدھا کر دیں گے تو یہاں بے نظیر اور نواز شریف کے لئے ہم کانفرسیں منعقد کرتے رہتے ہیں۔ ہر جماعت الگ زور لگا رہی ہے۔ ہر جماعت نے الگ اسلوب اپنایا ہے' کوئی کہیں سے دلیل لیتا ہے کوئی کہیں سے دلیل لیتا ہے جب کہ دین مکمل ہو گیا ہے۔ پہلی باتیں ختم ہو گئیں' تکمیل دین کے بعد احکام مکمل ہو گئے۔ نبی ﷺ نے جو فرما دیا یا جو عمل کرکے دکھا دیا' جو ہوتا دیکھ کر قبول فرمالیا وہ قیامت تک کے لئے سند ہے۔ بلکہ اسلام ہے کیا؟

السابقون الاولون من المھاجرین الانصار والذین اتبعو ھم باحسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین طبقے ہیں مسلمانوں کے۔ ایک سب سے پہلے سبقت لے جانے والے' وہ خوش نصیب جنھوں نے ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ دوسرے وہ اللہ کے مقرب بندے جنھوں نے ان کی نصرت کی دو طبقے ہیں مسلمانوں کے باقی باقیات تک آنے والے مسلمانوں کا ایک طبقہ ہے والذین اتبعوھم باحسان۔ جس نے خلوص دل سے ان کی غلامی کرلی' ان کا اتباع کرلیا' وہی سند ہیں حضور ﷺ کی نبوت کی' وہی سند ہیں قرآن کے نزول کی' وہی سند ہیں سنت ﷺ کی'

امام شافعیؒ سے کسی نے سوال کیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے اور کوئی اعتراض تھا روافض کا جو اس نے دہرایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہ یہ اعتراض ہے' اس کا جواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یا تم

مہاجرین میں سے ہو؟ اس نے کہا' نہیں حضرت میں مہاجرین میں سے کب ہوں۔ فرمایا! پھر تم انصار میں سے ہو؟ نہیں' جی میں انصار میں سے نہیں ہوں۔ فرمایا! پھر تیسرے گروہ میں تم نہیں ہو یہ میں بتاتا ہوں۔ مسلمانوں کے دو گروہ یعنی انصار اور مہاجر میں سے تم کہتے ہو میں نہیں ہوں۔ تو پھر جو ان پر اعتراض کرنے والے ہیں' وہ تیسرے گروہ میں سے نہیں ہیں تمہارا اسلام سے تعلق ہی نہیں بنتا ہے تو تم مسلمانوں کے خلفاء کے بارے کیا جاننا چاہتے ہو۔ یہ تھی تعبیر مسلمانی کی اور یہی رہے گی قیامت تک کہ مہاجر و انصار کے بعد قیامت تک آنے والے لوگ ایک ہی قوم ہیں جو مہاجرین و انصار سے سند حاصل کرتے ہیں قرآن کی' احکام قرآن کی' احکام الٰہی کی اور مہاجرین و انصار کا متفقہ فیصلہ سیدھا سادا ہے کہ مسلمان حکمران' نواز شریف نہیں' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا مسلمان حکمران' جس نے آدھے سے زیادہ دنیا کو کلمہ حق سے آشنا کیا' جس نے کافروں سے بھی انصاف کیا' جو کسی کتے کے بھوکے رہنے کے لئے بھی تڑپ اٹھتا ہے۔

مدینہ منورہ میں قحط سالی تھی اور "جو" کھانے کو ملتے تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مرض تھا "جو" کی روٹی ہضم نہیں ہوتی تھی۔ بیمار ہو جاتے تھے۔ اس کے باوجود "جو" ہی کھاتے تھے تو طبیبوں نے عاجز آکر عرض کی' امیر المومنین رضی اللہ عنہ ایک بندے کے لئے تو غلے کا اہتمام ہو سکتا ہے۔ اگر آپ "جو" کھانا نہیں چھوڑیں گے۔ تو آپ کی صحت ٹھیک کیسے ہوگی؟ تو فرمایا' نہیں! یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی ﷺ کی امت اور آپ کا شہر "جو" کھائے اور عمر غلے کی روٹی کھائے۔ بیماری جان لے لے گی لیکن مجھ سے میری محبت تو نہیں چھین سکتی۔ اس پائے کے بندے کو جس کی رائے پر اللہ نے احکام نازل فرمائے' جس نے مشورہ دیا تو اللہ کو ایسا پسند آیا کہ اسے اللہ نے حکم بنا دیا' اگر اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ تم اگر جادۂ مستقیم چھوڑو گے' اگر تم سنت رسول ﷺ سے ہٹو گے' اگر تم اتباع رسول ﷺ چھوڑو گے تو ہماری قوت بازو اور ہماری شمشیر بے نیام تمہیں سیدھا کر دے گی تو آج کے حکمرانوں کے لئے سوائے اس کے کوئی پیغام نہیں۔

آج ہم سمجھ جائیں اور دینی قوتیں آج اس بات پہ جمع ہو جائیں' دس سال بعد ہوں دو سال بعد ہوں یا پہلے کی طرح پچاس سال ضائع کر دیں' وہ فطرت کے جو قانون ہیں وہ اٹل ہوتے ہیں' اس کا قانون ہے کہ الگ الگ نہیں واعتصموا بحبل اللہ جمیعا مل کر زور لگاؤ' اللہ کی رسی کو مل کر تھامو' ایک کام مل کر کرو' اب ایک پتھر کو دس بندے اٹھانا شروع کرتے ہیں اور دس کے دس الگ الگ۔ ایک زور لگاتا ہے پھر دوسرا لگاتا ہے پھر تیسرا' کچھ نہیں ہوگا اور دس ہی ایک دفعہ اللہ کا نام لے کر لگائیں تو الٹ دیں گے۔ یہی قانون یہاں بھی ہے۔ یہ دو فیصد طبقہ جن کے آپس میں اختلافات بھی ہیں لیکن جب بات دین کی آتی ہے تو آپ نے بارہا اخباروں میں بھی پڑھا ہوگا اور آپ نے سنا بھی ہوگا کہ سارے سیاست دان بیک وقت کھڑے ہو جاتے ہیں مروجہ نظام کے تحفظ کے لئے' اسمبلی میں بھی اپوزیشن اور حکومت ایک ہو جاتی ہے اور جو باہر ہیں وہ بھی ایک ہو جاتے ہیں۔ اپنے اختلافات بھلا دیتے ہیں اور کہتے ہیں' نہیں! اس نظام کا ہم تحفظ کریں گے۔ اور اسلام کا نفاذ نہیں ہونا چاہئے بلکہ بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ اسلام تو قابل عمل ہی نہیں ہے۔ ہم ان کے غائبانہ جنازے بھی پڑھتے ہیں حالانکہ وہ جنازے کے مستحق نہیں ہیں۔ جو اسلام کو قابل عمل نہیں سمجھتا وہ مسلمان نہیں ہوتا کیونکہ اسلام قیام قیامت تک جب تک دنیا قائم ہے تب تک کے لئے قابل عمل ہے' ہر زمانے میں' ہر عہد میں' ہر ملک میں' ہر قوم میں' ہر موسم میں' ہر حال میں۔ یہی اسلام کا کمال ہے۔

تو ہماری ضرورت صرف یہ ہے کہ ہم 23 برسوں پہ تقسیم نہ کریں خود کو' بلکہ 23 برسوں کے بعد جو دلیل لیں سب اس ایک دلیل پہ متحد ہو جائیں۔ متفقہ زور لگائیں تو بات بن سکتی ہے۔ اگر ہم اس پہ رہیں' میں کہوں کہ میرا نام ہو جائے میں یہ کام کر گزروں' دوسرے لیڈر کہیں ہم یہ کر گزریں ہمارا نام ہو جائے۔ ہم اپنے اپنے نام کے لئے زور لگاتے رہیں گے تو شاید لوگوں پر جو ظلم ہو رہا ہے اور یہ ظالمانہ نظام جو عام لوگوں کو پیس رہا ہے' اس ظلم کو جاری رکھنے کا فعل جو ہے

اس کی سزا شاید اللہ معاف کرے پھر ہمیں ہی بھگتنا پڑے گی کہ ظالم تو ظالم تھے ہی تم بھی ظالم تھے جو ظلم کے خلاف متحد نہ ہو سکے اور تمہاری اس نا اتفاقی نے ظلم کو پھیلنے بڑھنے کا موقعہ دیا۔ اور یہ بڑا مشکل سوال ہوگا' اس کا جواب ہمارے پاس نہیں ہوگا۔ لہٰذا چاہئے یہ کہ دینی طاقتوں کے سربراہ اب اس کا احساس کریں' دینی جماعتوں کے سربراہ اس کا ادراک کریں جو کوشش بھی کرنا چاہیں مل کر کریں اگر دینی جماعتیں الیکشن کا بائیکاٹ کر دیں تو حکومت الیکشن نہیں کرا سکتی لیکن آدھے باہر ہوتے ہیں آدھے اندر شامل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح مسئلہ سود پہ بات چل رہی ہے جو اس میں مدعی ہیں خاموش ہیں وہ کہتے ہیں ہوتی رہے۔

دیکھیں عجیب بات ہے کہ اب شریعت بل' شریعت بل کا ویسے بڑا شور ہے۔ اب اگر سینٹ میں اس کی مخالفت ہو رہی ہے تو محض اس لئے ہو رہی ہے کہ وہ نواز شریف نے پیش کیا اس کی مخالفت کرو ورنہ اس میں اب شریعت نہیں رہی وہ صرف بل رہ گیا ہے۔ آپ کی قومی اسمبلی نے جو شریعت بل پاس کیا ہے وہ' وہ نہیں ہے جو بنا کر اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا۔ پیش اور کیا گیا تھا پاس اور ہوا ہے اور اس میں جو شریعت تھی وہ اگلوں نے نکال دی ہے خالی بل رہ گیا ہے۔ وہ بل پاس کر دیا۔ یہ بات تو حکومت بھی نہیں بتاتی اور سینٹ والے بھی اس لئے مخالفت کر رہے ہیں کہ چونکہ نواز شریف نے کہا ہے اس لئے اس کی مخالفت کرو پتہ انہیں بھی ہے کہ اس میں اب جان کوئی نہیں رہی۔ اب اگر سینٹ بھی پاس کر دے تو اس میں جو شق تھی کہ اگر یہ پاس ہو جائے تو حکومت اسے لازمی طور پر نافذ کرے وہ قومی اسمبلی نے اڑا دی ہے۔ جی! اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اب صرف یہ بل پاس ہوگا کہ شریعت اسلامیہ جو ہے وہ سب سے اچھا قانون ہے' اللہ اللہ خیر صلاح۔ یعنی اس کی شکل اس طرح بنا دی گئی ہے جو قومی اسمبلی نے پاس کیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ یہ قوانین جو شرعی ہیں یہ نئے نظام کے طور پر نافذ کئے جائیں بلکہ جو بل بنا تھا اس میں یہ بات تھی کہ شرعی قوانین کو حکومت وقت فی الفور نافذ کرے اور یہ جو غیر عادلانہ نظام ہے اس کو ختم کر کے شریعت اسلامی لائی جائے۔ وہ شق آپ کی قومی اسمبلی نے نکال دی ہے۔ اب اس میں یہ ہے کہ شرعی قوانین سب سے اچھے ہیں اللہ اللہ خیر صلاح۔ تو یہ پہلے آئین و دستور میں موجود ہے حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہوگی' قرآن و سنت سپریم لاء ہوگا یہ تو پہلے موجود ہے اسے تو کوئی نہیں پوچھتا یہ تو ایسی کوئی شق نہیں ہے کہ ضرور اس پر عمل بھی کیا جائے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہمارا جو دستور ہے اور آئین ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کا قرآن نبی ﷺ کی حدیث۔ اور اللہ کا قانون نافذ نہیں ہو سکتا لیکن قومی اسمبلی جو چاہے وہ قانون بنا سکتی ہے۔ قومی اسمبلی میں جو لوگ بیٹھے ہیں یہ ایک دستوری حق ہے ان کے پاس آئین پاکستان کی طرف سے کہ جو قانون چاہیں وہ بنا سکتے ہیں۔ مثلاً" میاں صاحب کے خلاف مقدمہ بن گیا اور انہیں بدل دیا۔ اب ہائی کورٹ نے تو قانون پہ چلنا ہے ناں' بنانے والوں نے قانون ہی بدل دیا' اللہ اللہ خیر صلاح۔ یعنی جو چاہیں وہ کر دیں ان کے پاس اختیار ہے۔

تو حضرات گرامی! ضرورت ہے اس بات کی کہ اب ہم ان 23 برسوں کے مختلف عوام اور مختلف واقعات کو سند نہ بنائیں' دین ہم سے پہلے مکمل ہو چکا ہے اور ہم اپنی سند اپنی دلیل کی ابتداء خلافت راشدہ کے اس عمل سے کریں کہ جو بھی جادہ مستقیم سے ہٹے گا اس کا جواب' اس کی اصلاح قوت بازو اور تلوار سے ہو۔ سادہ سی بات ہے۔ آج ہمیں سمجھ آجائے یا دس برس لگ جائیں سمجھنے میں لیکن کوئی درخواست دینے سے' کوئی جلسہ کرنے سے' کوئی مشورہ دینے سے حکومت چھوڑ نہیں دے گا۔ کوئی ہمارا مطالبہ کرنے سے اسلام نافذ نہیں کرے گا۔ جب بھی ہوگا بنوک شمشیر ہوگا' جہاد کے راستے سے ہوگا' اتحاد و اتفاق کے راستے سے ہوگا اللہ ہمیں توفیق عمل دے اور اس ملک کو دین کی نعمت سے سرفراز فرمائے (آمین)

## درخواست دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی مولانا بشیر احمد خطیب جامع مسجد دائم الحضوری قصور انتقال کر گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

# ثواب کیا ہے؟

**خطاب امیر محمد اکرم اعوان**

**مورخہ 99-1-15 دار العرفان منارہ**

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ شهر رمضان الذی انزل فیه القران هدی للناس و بینت من الهدی والفرقان

رمضان المبارک کا تیسرا عشرہ جارہا ہے جس کے لئے ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ واخرہ اتق النار رمضان کا تیسرا عشرہ دوزخ سے رہائی کے پروانے حاصل کرنے کے لئے یا دوزخ سے رہائی کے پروانے عطا کرنے کے لئے ہے۔ حضور ﷺ نے رمضان المبارک کے تین عشروں کے بارے ارشاد فرمایا اولہ رحمتہ و اوسطہ مغفرۃ واخرہ اتق النار او کمال قال ﷺ پہلا عشرہ رحمت باری کی تقسیم کا ہے اور دوسرا عشرہ خطاکاروں کی خطاؤں کی بخشش کا ہے اور تیسرا عشرہ ہر مانگنے والے کو جہنم سے رہائی کا پروانہ ملنے کا ہے۔ اللہ جل شانہ نے رمضان المبارک کا تذکرہ خاص طور پر اس انداز سے فرمایا۔ انزل فیہ القرآن یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ کا ذاتی کلام لوگوں پر نازل فرمایا گیا صرف اس دنیا میں نہیں آخرت میں بھی سب سے اعلیٰ نعمت جو ہوگی وہ اللہ کا دیدار اور اللہ سے شرف ہم کلامی۔

جنت کی نعمتوں کا شمار بھی نہیں کیا جاسکتا اور اس دنیا میں انہیں سمجھا بھی نہیں جا سکتا اس کے باوجود کہ بے پناہ نعمتیں ہوں گی جو ہمارے خیال اور ہماری سوچ سے بھی بالاتر ہیں لیکن ان میں سب سے اعلیٰ نعمت جو ہوگی وہ دیدار باری ہوگا' کلام باری ہوگا اگر اس دنیا میں کسی کو کلام باری نصیب ہوجائے' اللہ سے شرف ہم کلامی نصیب ہو جائے تو اس نے وہ نعمت حاصل کرلی جو جنت میں بھی سب سے اعلیٰ نعمت ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ دنیا میں کم و بیش دو سو کروڑ یا دو ارب کے لگ بھگ مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کی آبادی پوری دنیا کی آبادی کا کم و بیش ایک تہائی ہے آج جو روئے زمین پر انسانی آبادی ہے اس کا اندازہ چھ ارب یا چھ سو کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اسی طرح چھ ارب میں دو ارب یا دو سو کروڑ مسلمان ہیں۔ بے شمار مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور ہر نماز کی ہر رکعت میں قرآن کریم پڑھتے ہیں' سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں ضرور پڑھی جاتی ہے سنت ہو یا نوافل۔ اسی طرح فرض کی دو رکعتوں میں ضرور قرآن کی تلاوت ہوگی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر نماز میں قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کے علاوہ بے شمار لوگ قرآن پڑھنے پڑھانے والے' بے شمار لوگ قرآن سننے سنانے والے' بے شمار لوگ قرآن بیان کرنے والے' بے شمار لوگ قرآن کی تبلیغ کرنے والے' اتنا زیادہ کلام الٰہی پڑھا اور سنا جاتا ہے اور ارشاد ہے حضور اکرم ﷺ کا کہ اگر کوئی رب سے باتیں کرنا چاہے' اگر کوئی اللہ سے ہم کلام ہونا چاہے' اگر کسی کو یہ شوق پیدا ہو کہ میں اللہ سے بات کروں فلیقرء القران تو وہ قرآن پڑھنا شروع کر دے۔ قرآن کا یہ اعجاز ہے اور بہت کم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن پڑھنے کا سلیقہ ہمیں کم آتا ہے۔ ہم اسے ایک عبارت کی طرح ایک املاء کی طرح پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ قرآن حکیم پڑھنے کا سلیقہ یہ ہے کہ پڑھنے والا اس طرح پڑھے جس طرح کسی کا خط اس کے نام آیا ہو' اس کو اس نے مخاطب کیا ہو۔ اگر ہم اس انداز سے پڑھیں کہ جو میں پڑھ رہا ہوں یہ اللہ کریم نے مجھے لکھا ہے' مجھے فرمایا ہے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ قرآن ہمارے ساتھ بات کرتا ہے' اللہ سے شرف ہم کلامی نصیب ہوتی ہے اور جسے اللہ سے شرف ہم کلامی نصیب ہو جائے اس کی بخت آوری میں اور بخت کی بلندی میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔

جہنم میں بے پناہ عذاب ہیں اور آدمی اس دنیا میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ دوزخ کے عذاب کتنے شدید ہوں گے لیکن جب سب سے بڑے عذاب کی باری آتی ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں لایکلمهم الله ایسے محروم القسمت ہوں گے کہ اللہ ان سے بات کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ بے حساب جو عذاب جو

بیان ہوئے حدیث شریف میں تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے جمع فرما دیئے ہیں ان کے ایک رسالے میں وہ حدیثیں جو اہل جنت کے انعامات کے بارے ملتی ہیں اور وہ احادیث مبارکہ جن میں دوزخ کے عذاب کا ذکر ہے آپ نے جمع فرمادی ہیں۔ آدمی آرام سے پڑھ نہیں سکتا رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' دل لرز جاتا ہے عذاب کی کیفیات پڑھ کر۔ ان سب عذابوں پر جو سب سے بڑا عذاب ہوگا وہ یہ ہوگا لا یکلمھم اللہ اللہ ان سے کلام نہیں فرمائے گا۔ یعنی اللہ کے کلام سے محرومی سب سے بڑا عذاب ہے اور اللہ سے شرف ہم کلامی سب سے بڑا انعام ہے۔ جسے شرف ہم کلامی نصیب ہوتا ہے رب سے اس کے جہنم سے رہائی پانے میں اور اس کے اہل جنت میں ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔

اور یہ عشرہ آخری جو ہے یہ وہی رہائی کے پروانے ملنے کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمیں کون بتائے کیسے سمجھ آئے کہ وہ پروانہ ہمیں بھی ملا ہے یا نہیں۔ سارے جہان کو ملتا رہے لیکن بندہ جاننا تو یہ چاہتا ہے کہ میرے حصے میں کیا آیا۔ اس کا پتہ کیسے چلے۔ ہم ثواب کی طلب میں سارے مجاہدے محنتیں ذکر اذکار عبادات کرتے ہیں۔ تبلیغ میں' تقریر میں' تحریر میں' بیانات میں' ہمیں سمجھایا جاتا ہے کہ اس کام پہ اتنا ثواب اس پہ اتنا ثواب اس پہ اتنا ثواب۔ لیکن شاید یہ تعین نہیں کیا جاتا کہ ثواب ہوتا کیا ہے۔ کوئی جنس ہے' سرمایہ ہے' کوئی رسید ہے' کیفیت ہے' کوئی حال ہے' کیا چیز ہے؟ جب ہم قرآن کریم کو یہ سوال کرتے ہیں تو قرآن جو جواب دیتا ہے وہ بڑا عجیب ہے قرآن جب کافر کی بات کرتا ہے تو کہتا ہے۔

هل ثوب الكفار ما كانوا يعلمون۔ کافروں کو اور کیا ثواب ملے گا وہی ملے گا جو کرتے ہیں تو کیا کافر کو بھی ثواب ملے گا هل ثوب الكفار - کافر کو کیا ثواب ملے گا اس کا مطلب ہے ثواب کا معنی ہے بدلہ۔ هل ثوب الكفار۔ کافر کو کیا ثواب ملے گا کیا ثواب دیا جائے گا۔ ما کانوا یعلمون وہی جو وہ کرتے تھے۔ اس کا مطلب ہے جو یہ ساری زندگی رٹ لگی رہتی ہے ثواب ثواب ثواب یہ ثواب کمانا تو بدلہ ہے' مومن کو نیکی کا بدلہ ثواب ہے اور کافر کو اسی کے کفر یا خطا کار کو خطا کی سزا بھی ثواب ہے۔ ثواب کی یہ فلاسفی نہیں ہے کہ ہم اندھا دھند دوڑتے رہیں۔ اس کام پہ یہ ثواب ہو گیا' اس پہ یہ ثواب ہو گیا۔ ثواب تو بدلے کا نام ہے' اجر کا نام ہے اعمال کا جو معاوضہ ملے گا اس کا نام ہے۔ اب وہ کیا ملے گا اس کا تعین ہونا چاہیئے۔

نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کے جنتی ہونے کا اعلان فرما دیا دس صحابہ کبار جنہیں عشرہ مبشرہ کہتے ہیں ان کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی یہ لوگ اہل جنت میں سے ہیں اصحاب بدر جن لوگوں نے معرکہ بدر میں شرکت کی تین سو تیرہ نے ان کے بارے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت ان کی ہو چکی ہے یہ جو چاہیں کریں وہ عشرہ مبشرہ تھے ان کے جنتی ہونے کا ارشاد فرمایا اور خبر دی اہل بدر کے بارے جو ارشاد فرمایا حضور اکرم ﷺ نے وہ عجیب تر تھا فرمایا کہ یہ اہل جنت میں سے ہیں جنت ان کی ہو گئی ان پر واجب ہو گئی جنت ان کو یقیناً ملے گی ہر حال ملے گی اور جو چاہیں کریں۔ محدثین کرام نے اس حدیث پہ جو اس کی تشریح فرمائی اس پہ بات ہوئی "جو چاہیں کریں" تو صرف خطا نہیں جو چاہیں کریں میں تو کفر اور شرک بھی آجاتا ہے "جو چاہو کرو" اس پہ کوئی قید تو نہیں ہے کہ کسی نے کفر کر دیا شرک کر دیا گناہ کر دیا تو گناہ کی سمجھ تو آتی ہے کہ اگر ان سے گناہ بھی ہو اللہ انہیں جنت دے گا تو وہ کریم ہے بخش دے تو اس کی رحمت انسان کے گناہوں سے وسیع تر ہے۔

رحمتي وسعت كل شيء۔ میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے لیکن کفر اور شرک کے بارے تو اس نے خود منع کر دیا کہ میں کفر کو یا شرک کو معاف نہیں کروں گا۔ وہ تو ایک اصول طے ہو گیا یہاں آزادی ہے کہ جو چاہیں کریں تو یہ تو بڑا وہ معارضہ آئے گا بات میں کہ خدانخواستہ یہ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور حضور ﷺ فرماتے ہیں انہیں جنت ملے گی اور اللہ فرماتا ہے میں مشرک کو بخشوں گا نہیں یہ کیسے ہو گا تو وہاں جواب یہ ارشاد فرمایا گیا کہ حضور ﷺ کے فرمانے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ان کی خواہش ہی ایسی صاف کر دی ہے کہ یہ چاہیں گے ہی مرضیات باری کو کہ اللہ کی پسند کے خلاف کبھی چاہیں گے نہیں یہ ثواب ہے جو دنیا میں ملتا ہے کسی عمل کے مقبول ہو جانے کی شرط یہ ہوتی ہے' ثواب یہ ہے کہ ایک کیفیت ایک حال نصیب ہو جائے جو گناہ سے روک دے اور نیکی

اور بھلائی کرنے کو طبیعت چاہنے لگے۔ بندے کا مزاج مرضیات باری کے تابع ہو جائے یہ ثواب ہے اگر حال یہ نصیب نہ ہو تو یہ جوڑ جوڑ کے بیٹک نہ رکھو کہ اس پر پانچ لاکھ گناہ ثواب ہوگا اور دس لاکھ گناہ ثواب ہوگا کچھ نہیں ہوگا اللہ نقد اجرت دیتے ہیں اللہ نے بندوں کو مزدور سے ادھار کرنے سے منع کر دیا ہے بندہ محتاج ہے مخلوق ہے اسے فرمایا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت چکا دو ادھاری مزدوری مت کرواؤ۔

ایک واقعہ ملتا ہے موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں کہ ایک دفعہ بہت قحط ہوا تو آپ ﷺ نے دعا کی کہ بار الٰہا ابر رحمت کچھ روٹھ ہی گیا ہے' بارشیں رک گئی ہیں' مخلوق پریشان حال ہے تو انہیں بتایا گیا کہ ایک آدمی کی چغل خوری کی نحوست نے آپ کی پوری قوم کو ابتلا میں ڈال دیا ہے۔ انہوں نے عرض کی بار الٰہا وہ بندہ کون ہے تو ارشاد ہوا کہ اس کی چغل خوری پہ تو میں بہت خفا ہوں اس کے بارے بتاؤں گا یہ میری شان نہیں۔ میں تو ستار العیوب ہوں۔ تو پھر یا اللہ کیا کریں؟ فرمایا ساری قوم کو نماز استسقاء کی دعوت دو اس میں وہ بھی آجائے گا۔ اس کی توبہ بھی ہو جائے گی لیکن نشان دہی نہیں فرمائی۔

اب آپ اندازہ کیجئے میرے خیال میں ہم اگر دیکھیں تو شاید یہ چغل خوری تو ہمارا روز مرہ کے معمولات میں سے ہے اسے تو شاید ہم گناہ خیال ہی نہیں کرتے۔ یا اپنی بڑائی اور یا دوسرے کی تنقیص ہمارا معمول ہے۔ اپنے مفادات کے لئے دوسروں کا نقصان ' اپنے آرام کے لئے دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کرنا۔ یہ ساری باتیں اس پہ دلالت کرتی ہیں کہ ہمیں ثواب نہیں مل رہا۔ اگر اللہ ہمیں نصیب کرے اور ہمیں ثواب ملے تو اس میں جذبہ ایثار ہوگا۔ اللہ کی مخلوق کے ساتھ محبت و شفقت ہوگی' برائی سے نفرت ہوگی' نسل انسانی سے نہیں' اگر ثواب نصیب ہو تو اس کا مطلب ہے کہ بندہ اپنا جائزہ لیتا رہتا ہے۔

**وسائل میں ایسا توازن ہو کہ ہر آدمی کو وہ آزادی حاصل ہو جو دوسرے کی آزادی کو ڈسٹرب نہ کرے۔ ایک کی آزادی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے کے لئے سانس لینا بھی دشوار ہو جائے۔ تو اسلام پرانا نہیں ہوا ہم اسلام سے دور ہو گئے**

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اس وقت سے پہلے حساب کر لو جب تم سے حساب لیا جائے گا اپنا احتساب خود کرتے رہا کرو اپنا اندازہ خود لگاتے رہا کرو۔

جنہیں ثواب نصیب ہوتا ہے وہ عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے' لوگ جن سے برائی کرتے تھے وہ ان سے بھلائی کرتے تھے۔ برائی پر تو بندے کو نفرت ہونی چاہئے کہ بندہ اس کو دکھ دینے کی سوچ وہ کہتے تھے نہیں ہم اس کے ساتھ نیکی نہیں کر رہے ہم اس اللہ کے لئے کر رہے ہیں جس کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے اجتماعات' مبارک دن' جمعۃ الوداع جیسے عظیم دن بھی یا تو شعروشاعری کی نذر ہو جاتے ہیں یا قصے کہانیوں کے۔ ہم دوسروں پر بحث کرنا پسند کرتے ہیں اور اس طرح اپنا وقت گزار دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے' صحابہ کرام کے' نیک لوگوں کے فضائل یا کافروں کی برائیاں ..... میرے خیال میں دوسروں کو زیر بحث لانے کی بجائے اگر ان مبارک دنوں میں ہم اپنا محاسبہ کریں' اپنا جائزہ لیں تو یہ زیادہ اہم کام ہے۔

اسلام اللہ کا آخری دین ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ آج ہمیں کہا یہ جاتا ہے کہ تم ایک بہت پرانی روایت اور پرانی بات سے چمٹے ہوئے ہو یہ بھی کہ چودہ سو سال پہلے کا معاشرہ' چودہ سو سال پہلے کے حالات کے مطابق ہوگا۔ اچھا رہا ہوگا کامیاب معاشرہ ہوگا لیکن آج دنیا بدل چکی ہے' لوگ بہت آگے جا چکے ہیں' نئی تحقیقات آچکی ہیں' نئی ایجادات آچکی ہیں' انسانوں کی ضرورتیں بدل گئی ہیں' انسانوں کے مزاج بدل گئے ہیں' انسانوں کا نالج اور ان کی تعلیم بدل گئی ہے' آج ایک مڈل کا بچہ بھی دنیا کے حالات سے واقف ہے' آپ اس زمانے کی بات کرتے ہیں جب آدمی ایک گاؤں میں پیدا ہوتا تھا اور اس کی عمر وہاں ہی بسر ہو جاتی تھی وہ دوسرے گاؤں سے واقف نہیں ہوتا تھا۔ یا پھر یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانی تو دہشت گردی ہے' قتل و غارت گری کا نام ہے' دوسروں کا مارنے اور دوسروں پر اپنے آپ کو مسلط کرنے کی کوشش ہے۔

اسلام وہ دین ہے جو قدیم نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ قیامت تک آنے والے زمانوں کے لئے ہے۔ اسلام وہ اصول عطا کرتا ہے ہے جو اقوام عالم نے بھی اس سے سیکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ظہور اسلام ہوا تو مغرب والے اس زمانے کو آج بھی Dark Ages لکھتے ہیں' تاریک دور یا Wiled west وحشی مغرب۔ مغرب ہی نہیں پوری دنیا میں کہیں تہذیب نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ جبرو استبداد تھا' ظلم وجور تھا' نہ انصاف تھا' نہ تہذیب تھی' نہ کوئی انسانی معاشرہ تھا' طاقتور جو چاہتا وہی قانون تھا۔ انسانوں کو انسانیت عطا کی اسلام نے اور غلبہ اسلام کے بعد مغرب کے دانشوروں نے مسلمانوں سے جینا سیکھا۔ آج بھی اگر کوئی کمال یا اچھی بات مغربی معاشرے میں ہے تو تاریخی اعتبار سے آپ تحقیق کیجئے' آپ کو ظہور اسلام سے پہلے وہ بات مغرب میں نظر نہیں آئے گی۔ مسلمانوں کے عروج کے بعد مسلمانوں سے وہ بات انہوں نے سیکھی کہ یہ قوم کس طرح دنیا پہ پھیل گئی' چھاگئی' کیا وجہ تھی؟ خواہ وہ معاشی معاملات میں ہو یا تہذیبی معاملات میں ہو یا سیاسی معاملات میں ہو' مغرب خوشہ چین ہے اسلام کا۔ تحقیقات وہ سائنسی ہوں یا جغرافیائی یا تاریخی ایجادات ان سب کا سہرا بنیادی طور پر مسلمانوں کے سر ہے۔

ہمارے ایک ساتھی تھے اللہ ان کے درجات بلند کرے۔ وہ 1932-34ء میں برطانوی بادشاہ کے ساتھ فوج کی طرف سے جوپی۔ اے ہوتا ہے وہ اس ڈیوٹی پہ تھے یہ وہ زمانہ تھا جب برطانوی حکمرانوں نے بکنگھم پیلس میں رہائش اختیار کی تو مسلمانوں نے جو ایجادات کی تھیں اور جو جو کارنامے مسلمانوں کے تھے ان کی ایک فہرست برطانوی حکمرانوں کے پاس تھی جو انہوں نے جہاں شاہی تاج اور شاہی جواہرات وغیرہ محفوظ رکھے جاتے ہیں وہاں انہوں نے محفوظ رکھی ہوئی تھی اور وہ ساری باتیں جو ایجادات اور جو تحقیقات مسلمانوں کی تھیں ان کو بھلا دیا گیا اور اس تحقیق میں آگے کسی نے اس کی اصلاح کی اس پر کام کیا کسی مغربی سائنس دان نے تو اس کے نام سے وہ ایجاد مشہور ہوئی مسلمانوں کے نام مٹا دیئے گئے تو وہ سارا تاریخی مواد ان کے پاس محفوظ تھا وہ اس کپتان نے چونکہ وہ بادشاہ کے ساتھ تھا وہ ساری چیزیں اس نے اس قلعے سے بکنگھم پیلس منتقل کیں تو ان کاغذات کی ایک نقل انہوں نے تیار کرلی وہ جب او یہ سلسلہ میں آئے تو وہ نقل انہوں نے ہمیں دی اس میں سے ہمارے پاس سے بھی کچھ چیزیں ضائع ہوگئیں اور بہت قیمتی ایک دو فہرستیں تھیں جو ضائع ہوگئیں بہر حال جو کچھ بچ رہا اس پہ ساتھیوں نے بہت محنت کی وہ آج کرنل صاحب لائے ہیں ایک کتاب کی صورت میں جو بچ رہا ہے یہ بھی پڑھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ساری تہذیب جدید اور اس کی بنیاد بھی مسلمانوں نے فراہم کی۔

اسلام اسی لئے پرانا نہیں ہوتا کہ اسلام بنیادی طور پر انسانیت کی بہتری کا مذہب ہے' بنیادی طور پر ہر انسان کے حقوق کی بات کرتا ہے۔ اس میں کون سی قدامت کہ معاشی اعتبار سے ہر اس بندے کو جو زمین پہ بستا ہے اس کا معاشی حق دیا جائے اور معاشی انصاف کیا جائے یہ بات کیسے پرانی ہو سکتی ہے یہ بات کیسے پرانی ہو سکتی ہے کہ اگر آپ کو ایک نظریہ رکھنے کا حق ہے تو دوسرے کو اپنا نظریہ رکھنے کا حق ہے لہٰذا کسی پر کوئی عقیدہ مسلط نہیں کیا جائے گا یہ تو جدید ترین بات ہے ہر عہد میں۔ اس سے بڑھ کر تو کوئی نرم بات ہو ہی نہیں سکتی کہ ہر بندے کو زندہ رہنے کا حق ہو اور اس کی جان مال آبرو کا تحفظ اسے نصیب ہو معاشرے میں معاشی مساوات ہو' تعلیم ہر ایک کے لئے ہو' معاش ہر ایک کے لئے ہو' عدل ہر ایک کے لئے ہو' ظلم سے ہر ایک کو بچایا جائے اور ہر ظالم کو روکا جائے خواہ وہ کوئی ہو کہیں ہو۔ یہ وہ خوبصورت حقیقتیں ہیں جو کبھی پرانی نہیں ہوتیں۔ اور انسانوں نے کیا ترقی کرلی؟ کیا انسان کی بھوک مٹ گئی؟ پہلے زمانے میں اسے کھانے کی ضرورت ہوتی تھی اب نہیں رہی؟ کیا انسانوں میں تبدیلی آئی؟ پہلے انہیں لباس کی ضرورت ہوتی تھی اب نہیں رہی! پہلے گرمی سردی لگتی تھی اب نہیں لگتی' پہلے انسانوں کو نیند آتی تھی اب نہیں آتی۔ کچھ نہیں بدلا۔ ہر (AGE) ایج میں جسے آپ بڑی تبدیلی کہتے ہیں یہ صرف تبدیلی ان ذرائع' ان اسباب' ان ریسورسز میں آئی ہے جو تکمیل ضرورت کے ہیں' ضرورتیں بھی وہی ہیں خواہشات بھی وہی ہیں اور انسان بھی وہی ہے۔

اور اسلام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ہر انسان کو اس کی ضرورت کی تکمیل کا موقع فراہم کیا جائے۔ بجائے اس کے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے اسے بھی چھین لیا جائے۔

وسائل میں ایسا توازن ہو کہ ہر آدمی کو وہ آزادی حاصل ہو جو دوسرے کی آزادی کو ڈسٹرب نہ کرے۔ ایک کی آزادی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے کے لئے سانس لینا بھی دشوار ہو جائے۔ تو اسلام پرانا نہیں ہوا' ہم اسلام سے دور ہو گئے' ہم نے اسلام ٹھونسنا شروع کردیا کہ میں جو سمجھتا ہوں وہ صحیح ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں وہ غلط ہے یا آپ بھی میری طرح سمجھیں نہیں تو میں آپ کا سر کھول دوں گا۔ ہم نے بندوقیں لے لیں کہ یہ فلاں فرقہ ہے یہ فلاں ہے اسے گولی مار دو' یہ اسلام نے تو نہیں کیا۔ اسلام نے تو کبھی کسی فرقے پر اس لئے گولی نہیں چلائی کہ اس کا عقیدہ یہ ہے بلکہ جو کافر میدان کارزار سے قید ہو کر مدینہ منورہ میں آئے' انہیں کسی نے اس بات پر مجبور نہیں کیا کہ کلمہ پڑھ لو بلکہ انہیں اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی مدینہ منورہ میں بھی تھی۔ اسلام تو زبردستی مسلط کیا جاسکتا ہی نہیں اللہ کریم قبول نہیں فرماتے۔ تو یہ ہماری کمزوری ہے کہ ثواب' ثواب' ثواب کے چکر میں ہم ثواب کو سمجھ نہ سکے۔ اور اسلام سے دور ہوتے چلے گئے تو اسلام کی ہم نے ایسی تصویر بنا دی آج کے زمانے میں کہ آج غیر مسلم یہ بات کہتا ہے کہ اسلام زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتا حالانکہ اسلام ہی ان ازلی حقیقتوں کا نام ہے جو ہمیشہ کے لئے ہیں اور جن سے آگے کبھی سوچا نہیں جاسکتا۔ آج لوگ انسانیت کی اور انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں لیکن جب اسلام نے ان حقوق کی بات کی تھی اس وقت کوئی انسانیت کا نام لینا جانتا تھا؟ اسلام نے نبی اکرم ﷺ نے تو آج سے چودہ سو سال پہلے اعلان فرمایا۔

ایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اے اولاد آدم اے انسانو! اے نوع انسانی تم جہاں تک ہو میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ﷺ ہوں تم سب کی دنیا و آخرت کی بہتری کا طلب گار ہوں تم سب کی آزادی' تم سب کی عزت نفس' تم سب کے حقوق کا محافظ ہوں۔

> اگر کوئی اللہ سے ہم کلام ہونا چاہے' کسی کو یہ شوق پیدا ہو کہ میں اللہ سے بات کروں فلیقرء القرآن تو وہ قرآن پڑھنا شروع کردے۔ قرآن کلیہ اعجاز ہے اور بہت کم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن پڑھنے کا سلیقہ ہمیں کم آتا ہے۔

اس زمانے میں دوسرا کون تھا جو ایسی بات کرتا۔ تو یہ سارے مجاہدے' یہ ساری ریاضتیں' یہ ساری عباداتیں اور یہ عشرہ مبارکہ' یہ جمعۃ الوداع کی ساعتیں اس لئے ہیں کہ ہم اپنا تجزیہ کریں' اپنے مزاج کو پرکھیں' اپنی سوچ اور فکر کو پرکھیں کہ کیا ہمیں افراد سے پرخاش ہے۔ کیا ہم دوسروں کو اس لئے مسخر کرنا چاہتے ہیں کہ ہم ان سے بڑے ہوں اور وہ ہمارے تابع ہو جائیں چھوٹا پن ان کا ہو اور ہماری بڑائی ہو۔ کیا ہم اپنے آپ کو کسی پر مسلط کرنا چاہتے ہیں یا ہم میں وہ جذبہ پیدا ہو گیا ہے کہ ہر انسان کو اس کی بہتری نصیب ہو' اس کی بھلائی نصیب ہو' ہر ایک کی عزت محفوظ رہے' ہر ایک کو ظلم سے تحفظ ملے' ہر ایک کو اس کے حقوق ملیں؟ آپ اہل بدر کو دیکھ لیں عجیب لوگ تھے' جن کو نبی ﷺ نے دوزخ سے رہائی اور جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔ لیکن کس بات پر؟ نمازیں تو اگر فرض تھیں تو وہ پہلے بھی پڑھتے تھے۔ بدر سے پہلے بھی جو احکام الٰہی نازل ہو چکے تھے ان سب پہ عمل کرتے تھے اور ان کی نمازیں تو بے مثال تھیں۔ ان کی امامت محمد رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ وہ بارگاہ نبوی ﷺ حاضر باش رہنے والے ایسے عجیب لوگ تھے جنہوں نے اللہ کے نام پر گھربار' جاگیر جائیداد' مال دولت' رشتہ کنبہ سب چھوڑ کر ہجرتیں کیں۔ ایسے لوگ تھے جنہوں نے مہاجرین کو اپنے دلوں میں بسایا اور ان میں اپنی جائیدادیں بانٹ دیں' مال بانٹ دیئے۔ انصار مدینہ کے ایثار کی حد یہ ہے کہ بعض انصار کی متعدد بیویاں تھیں تو انہوں نے بیویوں کو طلاق دے کر ان مہاجر بھائیوں سے نکاح کروا دیئے جن کی بیوی نہیں تھی۔ نہ صرف گھر بانٹے' نہ صرف جاگیریں بانٹیں' نہ صرف مال دیئے' نہ صرف رہنے کو جگہ دی۔ میرے خیال میں تاریخ میں ایسی مثال کہیں نہیں ملے گی۔ کسی قوم میں اتنا جذبہ اور اتنا خلوص آپ کو پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملے گا۔ تو ان سب پر انہیں جنت کی بشارت کیوں نہیں دی گئی؟

سب کو جنت کے سرٹیفکیٹ کیوں نہیں دیئے گئے؟ تو وعدے تو سب سے کئے گئے لیکن سند یا سرٹیفکیٹ ایک اور بات ہے وعدہ ایک اور بات ہے۔ وعدہ آخرت میں محاسبہ ہوگا میدان حشر میں جائیں گے اللہ قبول فرمائے گا نجات ہوگی یہ ایک وعدہ ہے۔ ایک یہاں بغیر مرے' میدان حشر میں گئے' بغیر حساب کتاب کرائے سرٹیفکیٹ مل جائے کہ جناب جنت آپ کی ہے۔ تو بڑا فاصلہ ہے وعدہ میں اور سرٹیفکیٹ میں۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے اتنا کچھ کیا کہ اب سند لینے کی باری آئی تو وہ بدر میں جاکر ملی۔ بدر میں کون سی عبادت انہوں نے کی تھی؟

وہ معاشرہ جو حقوق انسانی پامال کرتا تھا' وہ نظام جو انسانوں کی جان ومال و آبرو سے کھیلتا تھا' وہ ظلم جو نوع انسانی پر ہوتا تھا اس کے خلاف ڈٹ گئے اور انہوں نے اس کی کمر توڑ دی۔ اس میں ان کا ذاتی کچھ مفاد نہیں تھا' اپنا ذاتی ثواب نہیں تھا۔ اس میں بلکہ نوع انسانی پر جو معاشرہ مسلسل ظلم توڑ رہا تھا اہل بدر وہ پہلا انقلابی طبقہ تھا جنہوں نے ظلم کے مقابلے میں عدل کی بنیاد رکھی اور بزور شمشیر رکھی اور ظلم کے دانت کھٹے کر دیئے' ظلم کی کمر توڑ دی اور معرکہ بدر وہ دن ہے جس دن ظلم کو شکست ہوئی اور انصاف کی بنیاد رکھی گئی اور کیسی عجیب بات ہے کہ جو مشرکین مکہ بدر میں قید ہوئے ان کے ساتھ بھی انصاف کیا گیا۔

نبی ﷺ رات کو آرام فرمانے کے لئے خیمہ اطہر میں لیٹ گئے تو آپ نے کراہ کی آواز سنائی دی۔ آپ ﷺ نے پہرے والے خادم کو بلا کر پوچھا کہ مجھے کسی کی کراہ سنائی دی ہے' خادم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ' یہ بدر کے قیدیوں کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کسی کی کراہ آپ ﷺ تک آئی ہوگی۔ آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ فرمایا تم لوگوں نے ان کے ہاتھ کیوں باندھے ہوئے ہیں؟ یارسول ﷺ قیدی ہیں اور عرب میں یہ قاعدہ ہے۔ جنگی قیدی ہیں قیدیوں کا یہی قاعدہ ہے۔ فرمایا نہیں' یہاں عربوں کا قاعدہ نہیں چلے گا۔ ہم نے انہیں تکلیف دینے کے لئے نہیں' انہیں ظلم سے روکنے کے لئے کمربا ندی ہے۔ آرام کرنا ان کا بھی حق ہے۔ ان کے ہاتھ کھول دو' کسی کو ایذا نہ ہو۔ یہ وہ دن تھا کہ ظلم جو ہے وہ ان کے ساتھ بھی نہ ہو جو ظلم کے داعی اور ظلم کرنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی عدل ہو ظلم نہ ہو فرمایا تم نے قید کرلئے تو پہرہ دینا اور انہیں اپنی قید میں رکھنا یہ تمہاری ذمہ داری ہے لیکن تم ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر نہیں رکھ سکتے؟ انسان ہیں انہیں سونا بھی ہے۔ انہیں کھانا دو' انہیں سونے کی جگہ دو' انہیں آرام بھی پہنچاؤ۔ تو یہ جن لوگوں نے عدل کی بنیاد رکھی اور اس حال میں رکھی کہ دنیوی اعتبار سے ان کے پاس کچھ نہیں تھا' کوئی مادی طاقت نہیں تھی' سرمایہ نہیں تھا' دو گھوڑے' چار چھ اونٹ' دو زرہیں' آٹھ تلواریں' کچھ تیر کمان' کچھ نیزے یہ سارا اسلحہ تھا میدان بدر میں۔ راشن بٹ رہا ہے دن بھر کے لئے پانچ پانچ کھجوریں فی کس۔ اور تین سو تیرہ جس میں کچھ بوڑھے' کچھ بچے' کسی کے پاس لباس ہے اور کسی کے پاس دو چادریں ہیں' ایک اوپر لی ہوئی ہے ایک کمر سے باندھی ہے۔ کسی کے پاس ایک چادر ہے' کمر سے لپیٹ کر گردن کے پیچھے یہاں گرہ دی ہوئی ہے' اس طرح کے لباس ہیں۔ سارا سرمایہ ان کے پاس اللہ کا رسول ﷺ تھا۔ جب حضور ﷺ نے میدان میں اترنے کا ارادہ کیا تو سب صحابہ کرام ان کے ہم رکاب ہوگئے اور سارا سرمایہ ان کے پاس یہ تھا کہ ہم حق پر ہیں اس لئے کہ ہمارے پاس حق کا داعی ہے حق کے لئے قربان ہو جانا' فتح و شکست اس کے اپنے دست قدرت میں ہے۔ ان کا یہ جذبہ کہ نوع انسانی کو ظلم کے چنگل سے رہائی دلائی جائے اور ظلم کا وہ پنجہ جسے آج دنیا میں کہا جاتا ہے کہ اس کو اکھیڑا یا اس سے لوگوں کو نکالا نہیں جاسکتا یا یہ ممکن نہیں ہے اس پنجے کو کاٹ دیں' توڑ دیں اور انسانوں کو ظلم سے نجات دلائیں اور کتنی عجیب بات ہے جو ظلم کے داعی تھے ان کے ساتھ بھی عدل ہوا اور ان پر بھی زیادتی نہ کی گئی' یہ وہ عمل تھا جس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان پر جنت واجب ہوگئی اور جو چاہے کریں جنت انہیں ملے گی اور محدثین فرماتے ہیں کہ وہ چاہیں گے ہی وہی جو اللہ چاہتا ہے۔

تو میرے بھائی ثواب یا اصلاح یا رمضان یا جمعۃ الوداع میرے نزدیک میری رائے میں جو میں سمجھ سکا ہوں ان لوگوں کا ہے جو مرضیات باری میں فنا ہو جائیں ان لوگوں کے لئے ہیں مبارک ساعتیں جنہیں اللہ کی پسند اپنی پسند پر غالب کرنا منظور ہو۔ وہ جن کے لئے

اتباع رسالت ﷺ محبوب ہو جائے' وہ جو دکھی انسانیت پر ٹوٹنے والے مظالم کے لئے خود کو ڈھال بنانے کا جذبہ پیدا کرلیں۔ نماز روزہ عبادات ان کے بہت درجے ہیں' رمضان المبارک کا ایک روزہ حضور ﷺ فرماتے ہیں من صام رمضان ایمانا و احتسابا۔ جس نے رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ اور احتساب کے ساتھ رکھا غفر لہ ماتقدم من ذنبہ۔ پہلے کی زندگی کے تمام گناہ معاف کرانے کے لئے وہ روزہ کافی ہے ایک روزہ اگر کسی نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھا۔ ایمان اللہ اور اللہ کے نبیؐ اور آخرت پر یقین اور احتساب یہ کہ نیکی کو نیکی سمجھ کر خود کو خطا کار سمجھ کر اپنی بخشش کے لئے اور اپنی اصلاح کے لئے ایک روزہ رکھا۔

غفر لہ ماتقدم من ذنبہ جتنے گناہ اس سے پہلے وہ کر چکا ہے وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ رمضان کی نماز اور عبادت کا یہ عالم ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں من قام رمضان ایمانا و احتسابا۔ جس نے رمضان کو ایمان اور احتساب سے قیام کیا اور جو بندہ عشاء کی نماز باجماعت پڑھتا ہے اور پھر فجر باجماعت پڑھ لیتا ہے اسے قائم الیل شمار کیا جاتا ہے قائم الیل وہ ہے شرعی اعتبار سے جس نے عشاء باجماعت پڑھی اور فجر باجماعت پڑھ لی اس کی ساری رات عبادت شمار ہوگی حضور ﷺ فرماتے ہیں جسے رمضان کی ایک ایسی رات نصیب ہوگئی غفر لہ ماتقدم من ذنبہ اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے۔

جب بدر میں صبح ہوئی لوگ سحری کے لئے اٹھے تو حضور ﷺ نے فرمایا روزہ نہیں رکھا جائے گا موازنہ کرلو عبادت رمضان اور روزے کی فضیلت ایسی لیکن فرمایا آج تمہیں ظلم کے خلاف میدان میں اترنا ہے آج روزہ کوئی نہیں رکھے گا یہ روزہ قضا ہو جائے گا لیکن اگر ظلم جیت گیا تو اس کی قضا نہیں ہوگی۔ روزے کی قضا ہو سکتی ہے اگر ظلم جیت گیا تو اس کی قضا نہیں ہوگی آج روزہ رہنے دو اور کسی نے روزہ نہیں رکھا۔ حضور ﷺ نے حکماً منع فرمادیا کہ آج روزہ نہیں ہوگا آج کفر کے ساتھ ظلم کے ساتھ مقابلہ ہوگا اور یہ اسی مقابلے کا صدقہ ہے کہ انہوں نے روزہ چھوڑا تھا اب تک دنیا روزے رکھ رہی ہے ان کا روزہ چھوڑنے کا یہ صدقہ ہے کہ آج دو سو کروڑ بندے روزے رکھ رہے ہیں۔ اس طرح غزوہ خندق میں جب محاصرہ شدت اختیار کر گیا تو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسلسل مقابلہ فرما رہے تھے تاکہ کوئی خندق عبور نہ کرسکے تو چار نمازیں قضا ہوئیں چار نمازیں رہ گئیں محمد رسول ﷺ کی اور صحابہ کرامؓ کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں نماز کی قضا ہو جائے گی لیکن ظلم اگر غالب آگیا پھر اس کی قضا نہیں ہے۔ عبادات کا بہت بلند مقام ہے لیکن عبادات اس لئے ہیں کہ بندے کو اللہ کا بندہ بنائیں اور اللہ کا بندہ وہ ہے جو اللہ کے بندوں سے ظلم کو دور کرے مخلوق خدا سے ظلم اور زیادتی کو ہٹائے اللہ کی مخلوق سے اس لئے محبت کرے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اس لئے ان کے ساتھ احسان کرے کہ اللہ اس سے راضی ہوگا۔ یہ نہ دیکھے کہ کوئی میرے ساتھ بھلائی کرے گا تو میں اس کے ساتھ بھلائی کروں گا۔ بھلائی کرنے والے کے ساتھ تو ہر کوئی بھلائی کرتا ہے بھلائی تو کسی فرد پر احسان کرنے کے لئے نہیں کی جاتی اس لئے کی جاتی ہے کہ اللہ مجھے اس کی توفیق دے اور میں اللہ کے بندوں کے کام آسکوں۔

آج جس دور میں ہم ہیں بڑا چرچا ہے اکیسویں صدی اور اکیسویں صدی میں داخلے کا میں تو ان باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اس لئے کہ ہم صدیاں ہجرت سے گنتے ہیں اور اکیسویں صدی عیسیٰ علیہ السلام سے عیسائیوں نے گن رکھی ہیں تو اکیسویں صدی میں عیسائیت داخل ہو رہی ہے ہم نہیں داخل ہو رہے بہر حال اگر اکیسویں صدی کے حالات کو آپ پڑھیں اور انہیں آپ لے جائیں چھٹی صدی عیسوی تک تو جو کچھ دنیا میں آج ہو رہا ہے یہی کچھ دنیا میں چھٹی صدی عیسوی میں ہو رہا تھا۔ آپ اکیسویں صدی کا موازنہ کرنا چاہیں تو ایک اس کا زاویہ ایک اینگل یہ بھی ہے' ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ آج جو کچھ مہذب دنیا کر رہی ہے وہ جس دنیا کو آپ غیر مہذب کہتے ہیں وہ اس کے علاوہ کیا کرتی تھی؟ کیا چھٹی صدی عیسوی میں جب حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تو کیا اس وقت ننگے نہیں پھرتے تھے لوگ اور طواف تک ننگے نہیں کرتے تھے اور عبادت گاہوں میں ننگے نہیں پھرتے تھے۔ اس وقت عبادت گاہوں

میں ننگے ہوتے تھے آج کلبوں میں ننگے ہوتے ہیں۔ اس وقت خاص خاص تقریبات میں برہنہ پھرتے تھے آج ساحل سمندر پر برہنہ پھرتے ہیں' کیا فرق ہے؟ کیا چھٹی صدی عیسوی میں ہر طاقت ور ہر کمزور سے چیز چھین نہیں لیتا تھا' کیا آج اس میں کوئی کمی ہے؟ کیا چھٹی صدی عیسوی میں انسانی خون پانی کی طرح نہیں بہتا تھا؟ ہر جگہ قتل و غارت نہیں ہوتی تھی؟ آج کیا ہر جگہ قتل و غارت میں کمی ہے؟ آج جو ممالک خود کو تہذیب کا سربراہ مانتے ہیں اور انسانیت کے اور انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں آپ ان سے کہئے' امریکہ سے کہئے اپنے کسی ایک شہر میں تو امن قائم کرکے دکھائے؟ شہر میں تو کوئی خریداری کے لئے نہیں جاسکتا اس کا نام امن ہے؟ چھٹی صدی عیسوی میں لوگ اللہ کو فراموش کرچکے تھے' بتوں کے پجاری تھے' اس وقت پتھر کے بت تھے' آج خواہشات کے بت ہیں' آج طاقت کے بت ہیں' آج لالچ کے بت ہیں' کیا آج دنیا میں فرعونیت کی کمی ہے؟ تو اکیسویں صدی میں داخل ہو رہی ہے یہ دنیا یا چھٹی صدی عیسوی میں داخل ہو رہی ہے۔ آج کے حالات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو کیا انسانی معاشرہ اکیسویں صدی میں جارہا ہے یا چھٹی صدی عیسوی کو لوٹ رہا ہے۔ تب لوگ ننگے پھرتے تھے تو کہتے تھے وحشی ہیں آج لوگ ننگے پھرتے ہیں کہتے ہیں ٹھیک ہیں۔ تب کیا ہے تب لوگ نشے پیتے تھے آج لوگ نشے چھوڑ گئے؟ آج نشے نہیں پی رہے۔ عزتیں لٹتی تھیں۔ آج عزت کہاں محفوظ ہے' جانیں لٹتی تھیں آج جان کہاں محفوظ ہے' مال لٹتے تھے آج کس کا مال محفوظ ہے۔

نوید سحر تھی نوع انسانی کے لئے طلوع اسلام اور بعثت محمد رسول ﷺ۔ آج اکیسویں صدی پھر تقاضا کر رہی ہے کہ وہی پیغام پھر سے دہرایا جائے۔ اکیسویں صدی میں داخلہ ان لوگوں کا ہے جو آج پھر نوع انسانی کے لئے سلامتی کا پیغام لے کر آئیں' جو آج پھر سنت محمد رسول اللہ ﷺ کو زندہ کردیں' جو آج پھر اسلام کی ابدی تعلیمات اور سراپا رحمت و محبت کو پھر سے انسانیت پہ اجاگر کریں' وہ مبارک لوگ جو ظلم کے مقابلے میں سینہ سپر ہوجائیں' وہ مبارک لوگ جو مظلوم کی اعانت کریں' وہ مبارک لوگ جو محروم سے محبت کریں' وہ مبارک لوگ جو تڑپتی اور سسکتی انسانیت کے زخموں پہ مرہم رکھ سکیں ان لوگوں کی اکیسویں صدی بھی ہے اور وہ لوگ مسلمان بھی ہیں اور ان کا رمضان بھی ہے۔

حضرات گرامی! میں محض خوش فہمیوں میں نہ خود رہنا چاہتا ہوں نہ آپ کو رکھنا چاہتا ہوں کہ جی آپ یہاں آئے اور آپ بخشے گئے ایسی کوئی بات نہیں نہ کوئی یہاں آنے سے بخشا جائے گا اور نہ کوئی کہیں اور بھاگنے سے بخشا جائے گا۔ آپ عمرے پہ چلے جائیں آپ روضہ اطہر ﷺ پہ جاکے' آپ مسجد نبوی ﷺ میں جاکر بیٹھیں' آپ حرم پاک میں جاکر بیٹھیں' دیکھا یہی جائے گا کہ اللہ کی مخلوق آج پھر ظلم کا شکار ہے کون ہے جو اسے محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام پھر سے پہنچائے۔ آج پھر ظلم جو بن پر ہے کون ہے جو اس کے مقابلے میں اپنا سینہ سپر کرے کہ میری جان جاتی ہے تو چلی جائے لیکن اللہ کی مخلوق کو ظلم سے رہائی نصیب ہو۔ اگر یہ جذبات' یہ کیفیات' یہ حال ہمیں نصیب ہو جائے تو اعتکاف بھی منظور ہوگیا' رمضان کی برکات بھی نصیب ہوگئیں' ثواب بھی مل گیا اور اگر ہم جیسے آئے تھے ویسے چلے جائیں پھر جاکر وہی گالی گلوچ' اپنے مفادات' دوسروں کی ٹانگ کھینچنا شروع کردیں' دوسروں پر تنقید' وہی لڑائی بھڑائی' اسے گولی مار دو' اسے اڑا دو' اس کے خلاف یہ کردو اگر یہی حال رہا تو میرے خیال میں ہم نے ایک اور سنہری موقع کھو دیا۔ زندگی کا بھروسہ نہیں ہے۔ پھر شاید رمضان نصیب ہو یا نہ ہو' پھر جمعۃ الوداع کی مبارک ساعتیں آئیں نہ آئیں' پھر وہ سندیں جو دوزخ سے رہائی کی ہیں تقسیم ہونے کا زمانہ ہم پائیں یا نہ پائیں تو میرے بھائی پورے خلوص' پوری دیانت سے اپنے لئے سب کے لئے اللہ سے دعا کرو کہ خداوند عالم ہم ناچیز ہیں بے کار لوگ ہیں جاہل ہیں علم سے عمل سے ہر طرح سے عاری ہیں لیکن تو تو قادر ہے زمانہ تیری رحمت کو پکار رہا ہے انسانیت ترس رہی ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے اور تو ایسا کریم ہے کہ تو اپنی مخلوق کو بے سہارا نہیں چھوڑے گا۔ تو ظلم کی طاقت کو توڑنے کے لئے ضرور کسی کو توفیق دے گا اور یقیناً صرف وہی پیغام جو محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں وہی پیغام عدل کا ہے اور ظلم کا مقابلہ وہی کرے گا جن لوگوں کو تونے اس پیغام کے لئے کھڑا کرنا ہے ہم گناہ گاروں کو ان میں شامل کر۔ (آمین)

# حضرت اللہ یار خانؒ کی باتیں

○... فرمایا____ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں "اہلسنت کا مدار شریعت اور طریقت پر ہے۔ انہی دونوں باتوں کو موقع ریاست اور بزرگی کا جانتے ہیں۔" اس عبارت سے معلوم ہوا کہ منکرین تصوف اہلسنت والجماعت میں داخل نہیں۔ اہل سنت اور صوفیہ محققین نے تصوف اور عقیدہ کو کتاب و سنت سے وراثتاً پایا ہے۔ اس میں سلف سے خلف تک یکسانی کے ساتھ متفق رہے ہیں۔ یہ صوفیائے کرام کا اجماعی مسلک ہے۔

○... فرمایا____ اسلامی عقائد، فقہی جزئیات اعمال، اخلاق اور عبادات اسلام کا قالب ہیں۔ مگر اس کا قلب اور روح اخلاص و احسان یعنی تصوف ہے۔

○... فرمایا____ مولوی علم ہے اور صوفی عمل ہے۔ مولوی قالب ہے، صوفی قلب ہے۔ مولوی جن اعمال کی جزا و سزا آخرت میں ملے گی۔ صوفی دنیوی زندگی میں برزخ کے حالات دیکھتا ہے۔

○... فرمایا____ مولوی جو چیز خواب میں دیکھتا ہے۔ صوفی عالم بیداری میں بذریعہ کشف دیکھتا ہے۔ اس لئے صوفی کو ایک طرح کی ملائکہ سے مشابہت ہے۔

○... فرمایا____ اولیاء اللہ کی محبت اللہ عالی کی محبت کا ایک مجرب ذریعہ ہے۔

○... فرمایا____ اولیاء اللہ سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے۔

○... فرمایا____ علماء کا کہنا ہے کہ ظاہر شریعت پر عمل کر لینا کافی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تزکیہ باطن کے بغیر شریعت پر کماحقہ، عمل ہو ہی نہیں سکتا۔

○... فرمایا____ لاالہ الااللہ پڑھنے سے الٰہ ظاہری کی نفی تو ہوگئی مگر جب تک تزکیہ نفس نہ ہوگا الٰہ باطنیہ کی نفی نہ ہو سکے گی۔

○... فرمایا____ عالم ظاہر بین، نور بصیرت سے محروم ہے۔ یہ دولت انبیاء علیہم السلام کے ہاں سے صحیح ورثاء علمائے ربانیین اور صوفیائے کرام کو ملی ہے۔

○... فرمایا____ یہ القائی اور انعکاسی چیز ہے جو القاء اور صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔

○... فرمایا____ بعض سادہ لوح دریافت کرتے ہیں کہ اگر پیر فوت ہو جائے تو کیا دوسری جگہ بیعت جائز ہے۔ خدا کے بندو! پہلے اتنا غور کرو کہ بیعت بجائے خود مقصد نہیں۔ بلکہ ایک مقصد کے حصول کے لئے ایک ذریعہ ہے۔

○... فرمایا____ مقصد ہے اللہ کی رضا حاصل کرنا اور بیعت ذریعہ ہے۔ تاکہ ایک کامل کی شاگردی اختیار کرکے یکسو ہو کر تعلیم حاصل کرتا رہے اور ترقی کرتا چلا جائے۔

○... فرمایا____ اگر پیر کے فوت ہو جانے پر آدمی کوئی دوسرا استاد تلاش نہ کرے گا تو ظاہر ہے کہ اول تو اپنا نقصان کرے گا اور اس سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کے پیش نظر رضائے الٰہی کا حصول نہیں ہے بلکہ شخصیت پرستی کا شکار ہے۔

○... فرمایا____ اگر ایمان عزیز ہو، اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا مقصود ہو تو معقولیت کا تقاضا یہی ہے کہ آدمی کسی معالج روحانی کو تلاش کرے کیونکہ روحانی طبیب کے بغیر صحت اور تزکیہ باطن اور تعلق مع اللہ پیدا ہونا محال ہے۔

○... فرمایا____ اسلامی تصوف و سلوک محض شجرہ خوانی، ٹوپی اوڑھنے، خرقہ پہننے، لمبی تسبیح ہاتھ میں رکھنے، عرس منانے، قوالی سننے، وجد و تواجد اور ناچنے کودنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے حصول کے لئے دوسری شرطیں ہیں جن میں سرفہرست اتباع شریعت ہے جس کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ توحید کا عقیدہ دل میں راسخ ہو اور اتباع سنت نبوی ﷺ اس کامل درجہ کا ہو کہ اس میں بدعت کا مطلق دخل نہ ہو۔

○... فرمایا____ شرک و بدعت کی ہوا بھی مانع فیض ہے۔

**دعائے مغفرت**

ماسٹر محمد سلیم چک نمبر 190 حاصل پور والے وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں کے دعا کی درخواست ہے۔

# غبار راہ

# تزکیہ کی ضرورت

**ماخوذ۔ غبار راہ**

**از مولانا محمد اکرم اعوان**

یہ تحریر مولانا محمد اکرم اعوان کے سفرنامہ غبار راہ سے اقتباس ہے' قارئین الرشد کی دلچسپی کے لئے شائع کی جارہی ہے۔ امید ہے قارئین استفادہ کریں گے۔

بلوم فیلڈ۔ کل صبح نیو یارک کی لگاڈیا ائیرپورٹ سے کانٹی نینٹل کی پرواز سے اڑے اور تقریباً" ڈیڑھ گھنٹہ میں کلیولینڈ پہنچ گئے جو ایک پرانا اور بہت بڑا شہر ہے اور سمندر جیسی بڑی جھیل اری کے کنارے واقع ہے یہ وہی جھیل ہے جو نیاگرا کی آبشار بناتی ہے اور سینکڑوں میلوں میں پھیلتی چلی جاتی ہے۔ ڈاکٹر چیمہ ہوائی اڈے پر موجود تھے اور ان کا گھر کچھ زیادہ دور نہ تھا وہاں پہنچ کر کھانا کھایا۔ گھنٹہ بھر آرام کو مل گیا اور ظہر ادا کر کے ان کے ایک دوست ناظم صاحب کے ہاں جانا تھا جہاں انہوں نے کچھ لوگوں کو چائے پہ بلا رکھا تھا۔ جس میں

بیان بھی کرنا تھا چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے وہ کاغذ دیا جس پر انہوں نے بندہ کا تعارف اور ساتھ پروگرام دعوت کا لکھ رکھا تھا۔ تو پتہ چلا کہ لوگوں کو یہ جاننے کا شوق ہے کہ تصوف کیا ہے اور اس کی ضرورت کیا ہے' بہرحال وہاں پہنچے کافی لوگ جمع تھے ناظم صاحب کے بہت بڑے گھر کے نیچے بیسمنٹ کافی کھلی بنی ہوئی تھی جس کے درمیان اوپر سے آنے والی

سیڑھیوں کا زینہ تھا ایک طرف خواتین بیٹھی تھیں کہ زینہ پردے کا کام بھی دے رہا تھا اور دوسری طرف مرد حضرات جمع تھے لوگوں سے ملتے ملاتے اور بیان شروع کرنے تک چار بج گئے بہرحال بندہ نے اس آیہ کریمہ سے بیان شروع کیا۔ ترجمہ "اللہ وہ ہے جس نے ناخواندہ قوم میں انہیں میں سے اپنے رسول کو مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت فرماتا ہے اور ان کا تزکیہ فرماتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے بے شک وہ اس سے پہلے واضح گمراہی میں تھے" یہ اس آیہ کریمہ کا مفہوم ہے اب اس کی روشنی میں آج کے سوال کا جواب تلاش کرتے ہیں کہ اولاً" ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے اپنا رسول مبعوث فرمایا گویا اللہ کی ذات اور اس کی صفات کو ماننے کیلئے اس کے رسول کی تعلیمات کی ضرورت ہے اور صرف اللہ کا رسول ہی اللہ کی ذات کے بارے میں اس کی جملہ صفات کے بارے درست اور صحیح بات بتا سکتا ہے اور اسی بات پر یقین کرنے کا نام ایمان ہے۔ اب قدرت باری کا مشاہدہ اس کے رسولؐ کے کمالات کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے کہ وہ بے مثل و بے مثال ذات قدرت کاملہ کی مالک کس قدر رحیم و کریم ہے کہ اس نے اپنا رسول امین بے علم لوگوں میں یا یوں کہہ لیجئے کہ انسانی تہذیب سے نا آشنا لوگوں میں مبعوث فرمایا۔ جو بحیثیت

انسان تو اسی معاشرے کا ایک فرد ہے مگر کمالات کی عظمتوں کا یہ حال ہے کہ وہ ان لوگوں کو اللہ کے ذاتی کلام سے آشنا کرتا ہے اور اس کی ذات کی طرف دعوت دیتا ہے۔ ایک طرف معاشرے کی پستی کا یہ حال کہ روئے زمین پر انسانی معاشرہ تباہی سے دوچار تھا۔ وہ قدیم ہندوستان کے باسی تھے یا وسط ایشیا کی اقوام' ایران کی بادشاہت تھی یا اقوام مغرب' قیصر کی حکومت تھی یا رومن ایمپائر' امریکہ کے وحشی تھے یا افریقہ کے آدم خور' ہر طرف ظلم و جور فتنہ و فساد تھا مگر اس کے باوجود ہر جگہ حکومت نام کی شے بھی تھی یا کوئی قبائلی نظام رائج تھا مگر جزیرہ نمائے عرب کے لوگ تو ایسے امی یا ناخواندہ تھے کہ انکے ہاں نہ کوئی حکومت و سلطنت تھی نہ ہی مضبوط قبائلی نظام بلکہ طاقتور کا حکم قانون تھا اور اس کی پسند' کمزور کی مجبوری۔ تو اس تباہ حال معاشرے کے لوگوں کو اس پستی سے اٹھا کر نمایاں پہنچایا یہ دوسری طرف بلندیوں تک یہ عالم ... ذاتی کلام انہیں سنایا گیا کہ

"کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے"

اور صرف وہ دعوت پہنچا کر یا کلام سنا کر چھوڑ نہ دیا بلکہ ان کا تزکیہ فرمایا' تزکیہ سے مراد ظاہری صفائی یا نہلا دھلا کر صاف کرنا ہرگز نہیں بلکہ تزکیہ سے مراد دلوں کی صفائی اور نور قلبی ہے۔ چنانچہ جب ان کا تزکیہ فرمایا تو انہیں یہ

قوت نصیب ہوئی کہ وہ کتاب اللہ اور اس کے معانی یا مفاہیم سمجھ سکیں یا یہ کہ ایسا جان لیں کہ وہ معانی ان کے دلوں میں اتر کر ان کا حال بن جائیں تو انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دی۔ اب سوال یہ سامنے آتا ہے کہ آپ ﷺ نے کیسے تزکیہ فرمایا' کیا ایمان لانے والوں کو کوئی خاص وظیفہ بتایا یا چلہ کشی کروائی یا کوئی اور خاص مجاہدہ کروایا گیا کہ عبادات نماز' روزہ وغیرہ جب فرض نہ ہوئی تھیں تو بھی آنے والوں کا تزکیہ تو ہو گیا اور وہ کس درجہ کا ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ صحابی بن گئے کہ نبوت کے بعد بلند ترین درجہ صحابیت کا ہے۔ ایمان عمل' ورع تقویٰ' دیانت و امانت اور خشوع و خضوع ہر اعتبار سے انبیاء کے بعد سب سے افضل ترین انسان قرار پائے۔ دوسری عجیب بات ہے کہ ہر آنے والا قطع نظر اس کے کہ وہ مرد تھا یا خاتون' بچہ تھا یا بوڑھا' امیر' غریب اور پڑھا لکھا تھا یا بے علم شرف صحابیت سے نوازا گیا کہ یہ وصف تزکیہ کا بلند ترین مقام اور اعلیٰ ترین درجہ تھا نیز اس کے لئے جو کام ہوا وہ صرف اتنا تھا کہ ایمان لانے کے بعد کسی نے آپ ؐ کو دیکھ لیا یا آپ ؐ کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ صحابی بن گیا لیکن اگر کسی کو یہ شرف نصیب نہ ہوا تو وہ اگرچہ بے شمار کمالات حاصل کر سکا۔ صحابی نہ بن سکا تو ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے وجود پاک میں ایک خاص برکت تھی آپ ؐ کے قلب اطہر میں ایک خاص نور تھا جو ملاقات پر بندے کے دل میں منعکس ہو کر اسے صحابی بنا دیتا اور صحابہ کا وصف یہ ارشاد ہوا ہے کہ قران میں جو ذکر کی کثرت کا ارشاد ہے اس کی تعمیل ان پر یوں آسان ہو گئی کہ ان کا ہر جزو بدن ذاکر ہو گیا ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ (القرآن) کہ ان کے وجود کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ذاکر ہو گئے۔

ازاں بعد عبادات فرض ہوئیں جہاد فرض ہوا' قرآن مکمل ہوا' آپ ؐ نے دنیا سے پردہ فرمایا اور دین کو پھیلانے کا فریضہ ان حضرات کے سپرد ہوا جو صحابیت سے مشرف تھے تو انہوں نے ثابت کر دیا کہ دل کا تزکیہ ہو جائے تو آدمی کے لئے نہ صرف دین پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ وہ دنیا میں بھی اور امور دنیا میں بھی کامیاب رہتا ہے۔ جیسا کہ حکومت سیاست اور کاروبار دنیا میں بھی انہوں نے مثالی کام کیا اور عجیب ترین بات ہے کہ تباہی کے غار میں گرتے ہوئے معاشرے کو پھر سے سنبھالا دیکر باکمال انداز سے پھر اور مثالی معاشرہ بنا دیا' گویا تاریخ کا دھارا بدل دیا۔

## تصوف کے مدعی اور اصل حقیقت

آپ ؐ کے وصال کے بعد جس طرح آپ ؐ کی نبوت باقی ہے اور رہے گی اور آپ ؐ کا لایا ہوا دین' کتاب اور آپ ؐ کے ارشادات محفوظ ہیں اسی طرح وہ نور قلب بھی سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا۔ صحابہ کی خدمت میں حاضر ہونے والے تابعی بنے اور تابعین کی خدمت میں بیٹھنے والے تبع تابعین کہلائے اور پھر ان کی خدمت میں جنھوں نے عمریں صرف کر کے یہ کمال حاصل کیا اور آگے پہنچایا وہ صوفی کہلائے اور اس عمل کو تصوف کہا جانے لگا۔ چونکہ تبع تابعین کے بعد وہ قوت نہ رہی کہ ایک نگاہ میں کام ہو جائے تو لوگوں کو صحبت شیخ میں بہت وقت لگانا پڑا پھر اس کے ساتھ اسم ذات کا ذکر کیا جانے لگا کہ اس کا ذکر دوام تھا تو نتیج بھی پھل ہی بنا کرتا ہے اور یوں یہ سلسلہ تاحال قائم ہے اور انشاء اللہ جب تک دنیا قائم ہے' قائم رہے گا۔ اب رہی یہ بات کہ اس نام پر بہت سے لوگوں نے دنیاوی مفاد حاصل کئے اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے تو یہ درست ہے مگر جب لوگوں نے خدا ہونے کے جھوٹے دعوے کئے نبوت کے جھوٹے کئے' تو یہ تو اس لحاظ سے بہت چھوٹا درجہ تھا۔ یقیناً اس کا دعویٰ بہت سے لوگوں نے آسانی سے کر لیا ہو گا مگر اس کا علاج یہ نہیں کہ اسے چھوڑ دیا جائے اگر ایسا کیا جائے تو جھوٹوں کو تو خالی میدان ہاتھ آئے گا۔ جیسے خدائی کے جھوٹے مدعی کا جواب اللہ کی عظمت کے بیان سے اور جھوٹے مدعی نبوت کو حقیقی نبی کے کمالات بیان کر کے لاجواب کیا جا سکتا ہے۔ اس کے مدعیان کا علاج بھی یہی ہے کہ اس شے کی اصل صورت کو عام کیا جائے تاکہ لوگوں کو کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کا موقع ہاتھ آئے۔ تو یہ آج کی اس مختصر سی ملاقات پہ بیان ہو سکا آیئے اب مل کر دعا کریں کہ اللہ کریم ہمیں نہ صرف اس کی طلب عطا فرمائیں بلکہ اس کا حصول ہمارے لئے آسان بنائیں کہ ہم دین کی حقیقی لذت اور دو عالم میں اس کے پورے فوائد سے مستفید ہو سکیں۔ کچھ احباب نے مزید تفصیل کیلئے سوالات بھی کئے اور یوں یہ اجتماع چائے کے دور پہ ختم ہوا۔

# غیرتِ الٰہی کا تقاضا

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

مورخہ 99-1-17 دار العرفان منارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔ قل ربی اعلم من جاء بالھدی و من ھو فی ضلل مبین ○ القصص 85

سورۃ قصص کی یہ آیہ مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب نبی ﷺ ہجرت فرما رہے تھے اور وہ انتہائی مشکل لمحہ تھا۔ دشوار ترین لمحہ جو اسلام پر' نبی ﷺ پر اور مسلمانوں پر کبھی آیا۔ وہ' وہ لمحہ تھا کہ جب کفار و مشرکین کے دباؤ پر خود رحمت عالم ﷺ کو بھی مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنا پڑی۔ جب عالم یہ تھا کہ دنیا کی ساری حکومتیں' سلطنتیں' غیر مسلم تھیں۔ روئے زمین پہ اللہ کے نام سے صرف وہی لوگ واقف تھے جو نبی ﷺ پر ایمان لائے' جن کے پاس کوئی سیاسی' اقتصادی' افرادی کسی طرح کی کوئی قوت نہیں تھی' جن کی پشت پر کوئی دنیوی ہاتھ' کسی حکومت کا یا کسی سلطنت و ریاست کا نہیں تھا۔ بظاہر سارا عالم مخالف تھا اور اس حد تک مجبور کر دیئے گئے کہ پہلے عام مسلمانوں نے ہجرت فرمائی پھر خواص نے' پھر خود نبی ﷺ کو بھی مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا تو اس وقت رب جلیل نے ارشاد فرمایا۔

ان الذی فرض علیک القرآن۔ جس رب کریم نے قرآن کے احکام کو آپ ﷺ پر فرض کیا ہے' جس نے آپ ﷺ کو باطل کے مقابلے کا حکم دیا ہے' جس نے آپ ﷺ کو باطل نظام کی تبدیلی کا حکم دیا ہے' جس نے آپ ﷺ کو حق کے اظہار کرنے کا حکم دیا ہے' حق کے احقاق کا حکم دیا ہے' حق کے نفاذ کا حکم دیا ہے۔ لرادک الی معاد وہ آپ ﷺ کو واپس مقام پر لائے گا۔ اب واپسی کی صورت سوائے اس کے تو کوئی نہیں تھی کہ حضور ﷺ فتح کریں مکہ کو۔ چونکہ کسی سمجھوتے سے تو واپسی کا کوئی امکان نہیں تھا یا سارے اہل مکہ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو بھی فتح ہو گیا۔ رہی بات کہ کون کیا کر رہا ہے اور کہاں کتنی طاقت اکٹھی ہو رہی ہے اور کون کیا منصوبہ بندی کر رہا ہے فرمایا قل ربی اعلم اعلان فرما دیجئے کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہے۔

من جاء بالھدی کون نیکی پر گامزن ہے' کون سچائی پر ہے' کون حق کے ساتھ ہے۔ و من ھو فی ضلل مبین ○ اور کون واضح گمراہی پر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی اپنی کارگاہ میں اس کے اپنے فیصلے ہیں اور وہ خوب بہتر جانتا ہے کہ کس وقت کیا ہونا چاہئے کسی کو کہاں تک مہلت دینی چاہئے لیکن یہ بھول جاؤ کہ تم حق کو دبا لو گے' حق کی آواز کو دبا لو گے' یا قرآن کا نظام دبا لو گے' یہ نہیں ہو گا اس لئے کہ یہ آخری کتاب ہے اللہ کی اور اللہ کا آخری رسول ﷺ ہے اور یہ آخری دین ہے اور یہ جب تک سورج طلوع و غروب ہو رہا ہے اسے رہنا ہے۔

اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام شہید ہو جاتے تھے' ادیان ختم ہو جاتے تھے' کتابیں نابود ہو جاتی تھیں۔ اس لئے کہ ایک سلسلہ نبوت و رسالت تھا اگر پہلے نبی اور رسول کی تعلیمات نابود ہو جاتیں یا پہلی کتابیں نابود ہو جاتیں یا انبیاء علیہم السلام شہید ہو جاتے' تاریکی پھیل جاتی پھر کوئی نیا نبی' رسول مبعوث ہو جاتا۔ تو یہ نبوت اللہ کی طرف سے وہ پیغام ہے جو خالق کائنات سے بندوں کو نصیب ہوا اور جس کے بعد کوئی نیا پیغام نہیں آئے گا۔ اس کی بقا کا ذمہ بھی رب جلیل نے خود لیا۔

ان نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ ہم نے یہ ذکر نازل فرمایا ہے اور اس کی حفاظت بھی ہم فرمائیں گے یہاں عموماً" ترجمہ "قرآن" کر دیا جاتا ہے یا "کتاب" کر دی جاتی ہے لیکن یہاں اللہ نے کتاب کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ فرمایا انا نحن نزلنا الذکر۔ ذکر ہر شعبے کو محیط ہے۔ زندگی کے کسی بھی کام میں یاد الٰہی ساتھ رہے' کوئی بات کرتے وقت' کوئی کام کرتے وقت'

کوئی کہیں جاتے وقت' کوئی چیز بناتے وقت' کوئی بیچتے خریدتے وقت یہ احساس رہے کہ میں بندہ ہوں اور اللہ کا بندہ ہوں اور مجھے اللہ کی مرضیات کے مطابق کرنا چاہئے' اللہ کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے' یہ جذبہ' یہ توفیق' یہ کیفیت' یہ حاصل ہے قرآن کریم کا۔ کتاب اللہ کا حاصل یہ ہے کہ دوام ذکر نصیب ہو جائے اور ہر ہر بات میں یہ استحضار ہو کہ جو میں کر رہا ہوں کہیں اس پر اللہ کریم خفا تو نہیں ہو جائیں گے۔ اب یہ اتنی بڑی عظیم نعمت ثمر اور پھل ہے کتاب الٰہی کا۔

تو فرمایا یہ تو ہم نے نازل کیا اور اس سے بندوں کو محروم نہیں کریں گے' اس کی حفاظت کریں گے۔ چودہ صدیاں بڑا طویل عرصہ ہے اور کفر نے بے پناہ کوششیں کیں اور ابھی تک کی جا رہی ہیں۔ پچھلے دنوں اخبارات میں چرچا تھا کہ پاکستانی کمپنیوں نے بھی اغلاط سے بھرپور قرآن مجید چھاپے۔ جیسا کسی نے دے دیا چھاپ دیا اور پھر اس پر پکڑ دھکڑ ہو رہی تھی یہود و نصاریٰ نے بے شمار کوششیں کیں لیکن کوئی ایک نقطہ کوئی ایک زیر زبر اس کتاب کی تبدیل نہ کر سکا یہ حفاظت ایسے ہے۔ کتاب کا صرف الفاظ میں یا اوراق میں محفوظ رہنا حفاظت نہیں ہے کتاب کے ماننے والے بھی ہوں گے' کتاب پر عمل کرنے والے بھی ہوں گے اور جو راستہ زندگی کا کتاب متعین کرتی ہے وہ بھی زمین پر رہے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ کبھی تاریکیاں بڑھ گئیں' کبھی روشنی بڑھ گئی۔ اس طرح چلتا رہے گا لیکن کتاب مٹ نہیں سکے گی۔ اس وقت عالم یہ ہو گیا تھا کہ جب رسول ﷺ بھی ہجرت پر مجبور ہو گئے تو پھر کسی کے وہاں رہنے کا کوئی امکان نہیں تھا اور جہاں آپ ﷺ پیدا ہوئے' جہاں آپ ﷺ مبعوث ہوئے اگر وہاں بھی جہاں آپ ﷺ کا قبیلہ ہے' جہاں آپ ﷺ کے دوست احباب ہیں' جہاں رشتہ دار ہیں' جہاں آپ ﷺ کا مولد ہے اگر وہاں بھی یہ بات کرنے کی اجازت نہیں اور آپ ﷺ نہیں کر سکتے اور اس کے بدلے وہ جگہ ہی چھوڑنی پڑ گئی تو امکان کوئی باقی بچتا ہے کہ کہیں باہر جا کر وہی بات اسٹیبلشڈ Established ہو جائے گی اور وہ بات اتنی قوت حاصل کر لے گی۔ دینوی اعتبار سے اس کا امکان باقی نہیں رہتا۔ لیکن رب کریم فرما رہے ہیں کہ جس نے قرآن' قرآنی احکام اور قرآنی نظام کو فرض کیا ہے وہ آپ ﷺ کو اسی نظام کے ساتھ' اسی زمین پر واپس لائے گا۔ اور پھر چشم فلک نے دیکھا کہ انہی مہاجرین کے ہاتھوں مکہ فتح ہوا اور ساری طاقتیں کفر کی اور ساری تجویزیں مشرکین کی دھری کی دھری رہ گئیں۔ لیکن اس کام کے لئے اس نے اپنے جن بندوں کو منتخب فرمایا ان لوگوں میں اس حد تک ایثار پیدا ہو گیا تھا کہ وہ فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر اللہ کی راہ میں کام کرنے کے لئے نکل پڑتے تھے۔ فتح و شکست کا تجزیہ کرتے تو بدر میں تو کوئی عقل کی بات ہی نہیں تھی مقابلہ کرنا اور مکہ مکرمہ پر بھی جس دن مسلمانوں نے چڑھائی کی تو مکہ اتنا کمزور نہیں تھا۔ یہ الگ بات کہ فتح مسلمانوں کے حصے میں پہلے سے طے شدہ تھی تو مکہ اس وقت بھی کمزور نہیں تھا۔ تو یہ قاعدہ بن گیا کہ تاریکیاں جب بھی پھیلیں گی کفر جب بھی اپنے کمال کو پہنچے گا۔ جب بھی دنیا میں یہ بات ہو گی کہ اب اس نظام کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تب ہی پھر اسلام فاتح ہو گا۔ یہ سلسلہ چودہ صدیوں پہ محیط ہے آپ دیکھ لیں کہ جب کبھی ایسا وقت آیا اور عالم کفر غالب آ گیا اور مسلمان حکمران اور حکومتیں عیاشی میں ڈوب گئیں تو بڑی تباہی آئی' بڑی تکلیفیں آئیں' بڑے دکھ آئے لیکن اسلام پھر فاتح ہوا پھر کامیاب ہوا اور اسلامی انقلاب پھر سے بپا ہوا پھر سے اسلامی ریاستیں بنیں' پھر سے اسلامی عدل کا چرچا ہوا۔

اب ایک دفعہ دنیا پھر اس موڑ پر آ گئی ہے۔ آج جس جگہ پر ہم کھڑے ہیں' آپ کافروں کی بات چھوڑ دیں' کافروں کو اتنا یقین نہیں ہے کہ اسلام واپس نہیں آئے گا۔ کافروں کو تو اس بات کا خطرہ ہے' جو خود کو مسلمان کہتے ہیں انہیں یقین ہو چکا ہے کہ اب اسلامی نظام کا آنا ممکن نہیں ہے کافروں کو تو خطرہ ہے کہ پھر نہ آ جائے کافروں کا تجزیہ تو یہ ہے کہ اسلام ایک سویا ہوا شیر ہے اگر یہ جاگ گیا تو ہم اسے کنٹرول نہیں کر سکیں گے۔ بالکل یہی مثال انہوں نے استعمال کی ہے کہ یہ مسلمانی یا اسلام جو ہے یہ ایک سویا ہوا شیر ہے اسے سویا رہنے دو اگر یہ جاگ گیا تو یہ ہمارے قابو میں نہیں آئے گا۔ لیکن اس عہد کا مسلمان اور مسلم حکومتیں' مسلمان حکمران' مسلمان دانشور' مسلمان سیاست دان' مسلمان رہنما جنہیں آپ کہتے ہیں یا مسلمان قیادت اور لیڈر شپ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ

اسلام نافذ ہو سکتا ہے۔ باطل نظام کی' ظالمانہ نظام کی ایک کٹیا جو کافروں نے بنا کر پاکستان یا برصغیر میں چھوڑی تھی ہندوستان کی حکومت بھی اسی میں سر چھپا کر گزارا کر رہی ہے اور پاکستان کے مسلمان بھی اس کی پناہ میں ہیں اور یہ سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے کہ یہ نظام جو چل رہا ہے یہ ختم ہو جائے اور اس کی جگہ اسلام آجائے۔ تو وہ کہتے ہیں مارے جائیں گے ہم کیسے زندہ رہیں گے۔ چلا سکتے ہی نہیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ کمال ہے یعنی مایوسی یا ناامیدی کا اندھیرا اس سے زیادہ ہے کہ ہجرت کے وقت مایوسی مسلمانوں میں نہیں تھی یا دنیا کے دانشوروں میں تھی' دوسرے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اب اسلام کا قلع قمع ہو گیا اب یہ واپس نہیں آئیں گے۔ مسلمانوں میں مایوسی نہیں تھی اس لئے کہ ان کے ساتھ تو خود نبی کریم ﷺ موجود تھے اور حضور ﷺ کے ہوتے ہوئے انہیں مایوس ہونے کی کیا ضرورت تھی ان کے ساتھ تو اللہ کا نبی ﷺ موجود تھا اور انہیں پتہ تھا کہ غلبہ ہوگا نبی ﷺ کا۔ لیکن دنیائے کفر مایوس تھی۔

اب عالم عجیب ہے کہ مسلمان مایوس ہے اور کافر ڈرتا ہے کہ نہیں یہ ختم نہیں ہوگا اسلام پھر آجائے گا۔ یہ جتنی تجویزیں مغرب کی ہیں کہ کہیں بھی نفاذ اسلام نہ ہو اسی خطرے' اسی ڈر سے ہیں تاکہ اس کا تدارک کیا جانا چاہئے ایسا نہ ہو کہ یہ ہو جائے تو یہ ہوگا انشاء اللہ اس لئے کہ اسلام ختم ہونے کے لئے نہیں آیا' کوئی نئی نبوت نئی کتاب نیا دین نہیں آئے گا اور اللہ اپنی مخلوق کو دین کے بغیر چھوڑ نہیں دے گا۔ چونکہ وہ رب ہے جس طرح کھانا پینا' دھوپ ہوا زندگی کی ضرورتیں ہیں اور ہر ایک کو پہنچاتا ہے یہ بدن کی ضرورتیں ہیں اور دین روح اور بدن دونوں کی ضرورت ہے اصل انسان کی ضرورت ہے۔ جو سورج کو طلوع کرتا ہے نظام کائنات کو چلاتا ہے وہ دین کو بھی قائم رکھے گا یہ اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے۔ جب نیا دین نہیں آئے گا تو یہ دین ضرور باقی رہے گا لیکن اس کے قیام کی سعادت انہی لوگوں کو نصیب ہوگی جو فتح و شکست سے بے گانہ ہو کر میدان میں اتریں گے۔ جو فتح کے لئے نہیں' جو اظہار حق کے لئے کھڑے ہوں گے' جو اس لئے میدان میں اتریں گے کہ ہمیں اپنا فریضہ ادا کرنا ہے تو انشاء اللہ والعزیز اگر روئے زمین مشرکین کے قبضہ میں ہے تو یہ مکہ بھی فتح ہوگا۔ اور اس پہ گزشتہ چودہ صدیاں گواہ ہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ جس کام کے لئے کوششیں کی گئیں بڑی منظم بڑی مربوط وہ یہی کام تھا کہ اسلام کو ختم کیا جائے۔ یہود نے' نصاریٰ نے' بے دینوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور کتنی عجیب بات ہے کہ کتاب حق کا کوئی ایک نقطہ بھی نہیں بدل سکے۔ دینی مدارس بھی قائم رہے' دین دار لوگ بھی قائم رہے' پون صدی تک اللہ کا نام لینا روس میں جرم قرار پایا مساجد میں دفاتر میں اور طبیلوں میں بدل دیں مسجدیں۔ اذان کہنا جرم تھا' نماز پڑھنا جرم تھا لیکن پون صدی بعد جب سوشلزم کا پیٹ چاک ہوا اور اس میں سے مسلم ریاستیں پھر برآمد ہوئیں تو دیکھ لیجئے پھر وہاں سے مجاہد اہل پڑے نفاذ اسلام کے لئے بلکہ ہم سے آپ سے پہلے انہوں نے اعلان کر دیا جی ہمارا قانون قرآن و سنت ہے بات ختم تو پون صدی کا وہ سوشلزم کا ایسا غلبہ کہ وہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں اس کے پیٹ میں چلی گئیں لیکن وہ ہضم نہیں ہوئیں گل نہیں گئیں وہ فضلہ نہیں بنیں اس گہرائی میں دفن ہو کر بھی ان کا دینی جذبہ اور ان کے ایمان کی حرارت قائم رہی اور جب اللہ نے وہ مصیبت ان سے ٹالی تو کتنی قربانیاں انہوں نے دیں۔ اس طرح دنیا کے ہر گوشے میں بے انتہا برائی کے باوجود اللہ کے نام لینے والے اللہ کو یاد کرنے والے اللہ کی عبادت کرنے والے اللہ کی اطاعت کرنے والے موجود ہیں۔

اب اگر صورت یہ ہو گئی ہے کہ حکومتی سطح پر نظام اسلام کا خاتمہ کیا جارہا ہے یعنی اب کفر نے بھی یہ بات قبول کر لی ہے کہ مسلمان کو اسلامی عبادات سے یا اسلام پر عمل سے الگ نہیں کیا جاسکتا لہٰذا ان کی ساری کوشش بھی یہ ہے کہ اگر ذاتی زندگی میں یا شخصی زندگی میں کوئی عبادت کرتا ہے یا وہ سود نہیں لینا چاہتا یا وہ اپنا بیع و شراء اسلام کے مطابق کرنا چاہتا ہے یا نکاح طلاق اسلام کے مطابق تو اسے نہ چھیڑا جائے یہ کام ممکن نہیں ہے اس سے اب کافر بھی دست بردار ہو گئے ہیں کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ بے حیائی پھیلاتے رہو' برائی پھیلاتے رہو کسی نہ کسی کو گمراہ کرتے رہو لیکن AS A WHOLE کہو کہ یہ ختم ہو جائے یہ ختم نہیں ہوگا لہٰذا پوری توجہ

باقی نمبر1 صفحہ نمبر 63 پر ملاحظہ فرمائیں

# سوالات و جوابات

سوال نمبر1 - گیارہویں شریف کیا ہے؟ شریعت میں اس کا کیامقام ہے؟

ظفر قریشی

جواب-از امیر محمد اکرم اعوان۔

گیارہویں شریف ایک رسم ہے جو بہت بعد کے لوگوں نے ایجاد کی اگر اس کو بطور عبادت یعنی امید ثواب پر ادا کیا جائے تو بدعت ہے۔ اگر محض رسم جان کر کریں تو صرف فضول خرچی کا وبال۔ صحابہ کرام یا متقدمین رسومات سے پاک اور عبادات سے معمور دین پر عامل تھے۔ بہت سی رسومات برصغیر میں ہندوؤں سے لے لی گئیں ہیں یہ رسم بھی اسی راہ سے آئی ہے۔ جنم دن منانا ان کا مذہبی تہوار ہے۔ ورنہ قرآن حکیم نے تو بعثت عالی کو بہت بڑی نعمت ارشاد فرمایا ہے۔ اگر کوئی چاہے تو بعثت عالی پر اظہار تشکر ضرور کرے' وہ بھی حدود شرعی کو نگاہ میں رکھتے ہوئے۔ اگر شریعت کے خلاف غل غپاڑہ اور خرافات کی جائیں گی تو یہ ناشکری ہوگی۔ اللہ اس سے بچائے۔

سوال نمبر2 - "وحدت الوجود" کے اصل مفہوم سے آگاہ فرمائیے۔

جواب-از امیر محمد اکرم اعوان

عزیزم تصوف کی کیفیات و مقامات کو سمجھنے کے لئے تو عملاً" اسے اپنانا پڑتا ہے ورنہ صحیح کیا بالکل سمجھ نہیں آتی۔ اب رہا آپ کا سوال تو صورت یہ ہے کہ فنافی اللہ کی منزل نصیب ہو تو ہر چیز کے وجود اور اس کی بقاء کا سبب اللہ کریم کی صفت ربوبیت و خالقیت کا نور نظر آتا ہے۔ سالک یہ جان لیتا ہے کہ اصل طاقت و ہستی تو صرف یہ ہے کہ باقی سب محض دکھاوا ہیں۔ متقدمین صوفیہ نے اسے وحدۃ الوجود -یعنی وجود مخلوق میں تو ہے ہی نہیں صرف اللہ کا ہے۔ یہ سب اس کے پردے ہیں۔ وجود ایک ہی ہے مگر لفظ سے اشتباہ ہونے لگا اور جاہلوں نے اس کا یہ معنی لینا شروع کردیا کہ سب کچھ ہی اللہ ہے۔ اسی سے یہ بات نکلی کہ ہمہ اوست۔ مگر بعد کے بزرگوں نے خصوصاً" حضرت مجددؒ نے یہ تصحیح فرمائی کہ وحدت الوجود کہنا صحیح نہیں وحدت مشہود کہا جائے کہ سب کچھ اللہ نہیں بلکہ اس کی ذات پر گواہ ہے۔ اس کی ہستی اس کی ربوبیت و خالقیت اور قدرت تامہ پر ہر شے شہادت دیتی ہے یعنی ہمہ ازاوست - ہر چیز وہ نہیں بلکہ ہر شے اس سے ہے۔ اللہ کریم ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ والسلام

سوال نمبر3- قسمت کو ماننے کا کافائدہ کیا ہے اور اس کے انسانی زندگی پر اثرات کیا ہو سکتے ہیں؟

جواب-از حافظ عبدالرزاق

آپ نے نہایت مشکل مسئلہ چھیڑا ہے اور پابندی یہ لگائی ہے کہ منطقی طریقے سے حل کیا جائے۔ پہلی بات یہ ہے کہ جس چیز کا تعلق ماننے سے ہو وہ عقائد کی فہرست میں آتی ہے۔ جس کو آپ نے قسمت ماننا' قرار دیا ہے اسے شریعت کی اصطلاح میں عقیدہ تقدیر کہتے ہیں اور یہ اتنا مشکل ہے کہ ہر آدمی کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ اس لئے حضور اکرمؐ نے اس پر بحث کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور بات صرف تقدیر کی نہیں بلکہ ان دیکھی حقیقتوں کو ماننا یا ان پر ایمان لانا یہ نہیں کہ وہ حقیقت سمجھ میں آئے یا اس کا مشاہدہ ہو جائے بلکہ ایمان کی بنیاد اللہ کے رسولؐ پر اعتماد ہے۔ اور یہ کوئی مذہبی دھاندلی نہیں بلکہ خالص نفسیاتی اور تجرباتی مسئلہ ہے۔ آپ غور کریں' بیماری کے سلسلے میں کیا ڈاکٹر پر اعتماد ہوتا ہے یا بیمار کہتا ہے کہ بیماری اور دوائی کی حقیقت سمجھ میں آئے گی تب علاج کرواؤں گا۔ انسانی زندگی کی گاڑی چلتی ہی اسی اصول پر ہے کہ ماہر فن کے معاملہ میں اس فن کے ماہر پر اعتماد کیا جاتا ہے اور لطف یہ ہے کہ اسے اندھی تقلید نہیں کہتے' بلکہ اسے نہایت ہی معقول رویہ قرار دیتے ہیں۔ گویا اصول یہ ہے کہ فن کی بات ماہر فن سے پوچھو اور اس پر اعتماد کرو۔ دین کے معاملہ میں لوگوں کو خدا جانے کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کے رسول کی بجائے اپنی عقل کو زیادہ قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔ اس ضروری تمہید کے بعد میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

آپ کا پہلا سوال آپ کے الفاظ میں یہ ہے "قسمت کو ماننے سے کیافائدہ ہے"

"اس کے انسانی زندگی کے کردار پر کیا اثرات ہوتے ہیں؟"

پہلے یہ سمجھئے کہ تقدیر یا قسمت سے کیا مراد ہے' قرآن حکیم میں اس کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے۔

ترجمہ۔ "یعنی ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے"

جہاں تک تقدیر کا انسانی زندگی سے تعلق ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر معاملے میں اللہ کے فیصلہ پر مطمئن ہونا۔ اس کے خلاف شکوہ شکایت نہ ہونا۔ رہا اس کے ماننے کا فائدہ تو وہ ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔ ایک طالب علم سال بھر محنت کرتا ہے امتحان میں بیٹھا ہے فیل ہو جاتا ہے۔ یہ فیصلہ ممتحن کا ہے اس کا رد عمل دو طرح کا ہو سکتا ہے۔ اول یہ کہ طالب علم جھنجھلائے ممتحن کو برا کہے یا بس چلے تو اس کے گزند کے درپے ہو جائے یا بہت حساس ہو تو خود کشی کرے۔

دوسرا رد عمل یہ ہے کہ آدمی سمجھے کہ اس کی محنت میں کمی رہ گئی ہے یا مجھے لکھنے کا صحیح طریقہ نہیں آیا' اگر میں تھرڈ ڈویژن میں پاس بھی ہو جاتا تو یہ فیل ہونے سے بھی برا تھا۔ لہٰذا اچھا ہے کہ خوب محنت کر کے دوبارہ امتحان میں بیٹھوں گا اور فرسٹ ڈویژن لوں گا۔ اب آپ بتائیں کہ کونسا رد عمل بہتر تھا۔ پہلا ہے کہ ممتحن پر عدم اعتماد کرتے ہوئے اس کا فیصلہ نہ ماننا۔ دوسرا ہے اس پر اعتماد کر کے اس کا فیصلہ مان لینا' پہلی صورت میں بے چینی ذہنی کوفت یا خود کشی دوسری صورت میں بہتر مستقبل کی امید۔ بس یہی معاملہ تقدیر کے فیصلہ کو مان لینے کا۔

یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ آپ نے کبھی یہ بھی سنا یا دیکھا کہ کسی طالب علم نے سال بھر کتاب کھول کے نہیں دیکھا سکول میں قدم نہیں رکھا' امتحان میں بیٹھ گیا۔ فیل ہو گیا اسے یہ کہنا زیب ہے کہ قسمت ہی اچھی نہ تھی! ایسا کبھی نہیں ہوا۔ بس تقدیر کو ماننے کا مطلب یہ ہوا کہ تمام ممکن وسائل سے مدد لے کر کوشش کرنے اور فیصلہ اللہ پر چھوڑ دینا اور جو فیصلہ ہو اسے بخوشی قبول کرنا اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ زندگی نہایت سکون سے گزرے گی۔ اس کو کہتے ہیں اصول تفویض' اور تقدیر پر ایمان نہ ہونا اصول تجویز۔ یعنی یوں ہونا چاہئے یہ نتیجہ نہیں نکلنا چاہئے وہ ملنا چاہئے وغیرہ اس کا نتیجہ بے اطمینانی' بے چینی' بے سکونی اور پریشانی ہے۔

آپ کا دوسرا سوال آپ کے الفاظ میں کیا آدمی قسمت پر عمل کرتا ہے یا جو آدمی کرتا ہے وہ قسمت ہوتی ہے۔ اگر آدمی قسمت پر عمل کرتا ہے تو وہ سزا کیوں پاتا ہے۔ جو کچھ آدمی خود کرتا ہے تو پھر قسمت کیوں ہے؟

جواب۔ از عبدالرزاق

جواب۔ یہ ہے کہ قسمت پر عمل کیسے کر سکتا ہے کیا اس کو اپنی قسمت کا علم ہوتا ہے؟ آدمی عمل کرتا ہے یا تو کسی کے کہنے پر یا اپنی خواہش کے مطابق' اب رہی بات سزا کیوں اور قسمت کیوں؟ تو یہ ایک مثال سے سمجھئے۔

آپ کو کسی نے ایک عمدہ چاقو دیا اس سے آپ فروٹ کاٹ کر کھایا کریں بچوں کی قلمیں بنایا کریں' چاقو کی قسمت میں لکھ دیا گیا کہ اس کو جس چیز پر چلایا جائے گا یہ کاٹ دے گا۔ اب آپ نے اس چاقو سے کسی کا گلا کاٹ دیا۔ آپ کو سزا کیوں ملے جبکہ چاقو کی قسمت کاٹنا ہے۔ سزا ملنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا' آزادی دی گئی کہ اپنی مرضی سے استعمال کریں۔ اور بتا دیا گیا کہ اس کا کام کاٹنا ہے' تو آپ نے اپنے آزاد اختیار کو استعمال کرتے ہوئے فروٹ نہ کاٹا' کسی کا گلا کاٹ دیا' تو سزا تو ملے گی۔ اس سے آپ عمل اور قسمت کا تعلق سمجھ لیں۔ یعنی سزا اس بات کی ہے کہ آپ نے اپنا اختیار غلط کیوں استعمال کیا۔

آپ کے تیسرے سوال کے الفاظ یہ ہیں "حدیث ہے کہ بدبخت ماں کے پیٹ میں بھی بدبخت ہوتا ہے' اور خوش بخت ماں کے پیٹ میں بھی خوش بخت ہوتا ہے۔ اس حدیث کا مفہوم کیا ہے اس حدیث کا مسلمان کی زندگی پر کیا اثر ہے"

اس حدیث کا مفہوم سمجھنے کے لئے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ انسان کے علم اور اللہ کے علم میں کیا فرق ہے۔ بات لمبی ہے مگر مختصر طور پر یوں سمجھیں کہ انسان کے علم میں ماضی' حال اور مستقبل ہوتا ہے یعنی ایک زمانے میں علم نہیں تھا پھر حاصل کر لیا پھر بھلا بھی بیٹھے۔ اللہ کے علم میں سب حال ہی حال ہے۔ کوئی چیز نہ تو اس کے علم سے پوشیدہ تھی نہ ہو گی۔ بلکہ ہر چیز کا علم اسے حال ماضی اور مستقبل کا ہر وقت ہے۔ اب جو ماں کے پیٹ میں ہے اس کے متعلق انسان کو تب علم ہو گا جب وہ پیدا ہو گا بڑا ہو گا اچھے یا برے کام کرے گا۔ تو لوگوں کو علم ہو گا' اچھا ہے یا برا ہے۔ مگر اللہ کے علم کی صورت یہ نہیں بلکہ اس کے علم میں ہے کہ بچہ پیدا ہو گا میں اسے عقل دوں

گا۔ سمجھ دوں گا۔ پھر اس کو ایسے آدمیوں کی تربیت میں رکھوں گا جو اسے اچھے اور برے کی تمیز سکھائیں گے پھر میں اسے علم عطا کروں گا۔ پھر میں اسے بتا دوں گا کہ یہ راستہ تباہی کی طرف جاتا ہے۔ یہ راہ کامیابی کی ہے۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد اسے مجبور نہیں کروں گا کہ اسی راستے پر چل بلکہ اس کو آزادی دوں گا۔ کہ آزاد اختیار سے جو راہ تجھے پسند ہے اسی پر چل۔ تو یہ اپنے آزاد اختیار سے نیکی کی راہ پر چلے گا' تو اللہ کے ریکارڈ میں خوش بخت لکھ دیا جائے گا۔ آپ کی مشکل یہ ہے کہ آپ اس ترتیب کو الٹ دیتے ہیں' یعنی آپ سمجھ لیتے کہ بدبخت لکھ دیا گیا۔ اس لئے ماں کے پیٹ سے باہر آ کر بدبخت ہوا۔

حالانکہ اصل ترتیب یہ ہے کہ یہ بات علم الٰہی میں ہے کہ یہ بڑا ہو کر برائی کی طرف مائل ہو گا۔ اس لئے بدبخت لکھ دیا گیا۔ اور یہ بات سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ ایک بیمار کسی ڈاکٹر یا طبیب کے پاس جاتا ہے ڈاکٹر اپنے آلات سے یا طبیب اپنی مہارت فن یا تجربے کی بنا پر اسے دیکھ کر کہتا ہے کہ مریض تین دن کے اندر مر جائے گا۔ اور ایسا دیکھا گیا ہے کہ واقعی مریض اس عرصے کے اندر مر گیا۔ یا مریض کی جسمانی حالت کو دیکھ کر ڈاکٹر نے اپنا فیصلہ دیا۔ آپ کبھی نہیں کہیں گے کہ ڈاکٹر کے کہنے سے مریض مر گیا۔

تو یہاں آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ بدبخت لکھے جانے کی وجہ سے وہ بدبخت بن گیا۔ یہاں یہ آپ کیوں نہیں کہتے کہ جس ڈاکٹر کو اللہ نے یہ علم دیا کہ اس نے مریض کی حالت دیکھ کر تین دن پہلے لکھ دیا کہ یہ اتنے عرصے میں مر جائے گا اس اللہ کے اپنے علم پر آپ کو کیوں اعتماد نہیں کہ وہ تیس سال پہلے لکھ دے کہ یہ اپنی بدتمیزیوں کی وجہ سے بدبخت بنے گا۔

رہی بات کہ اس حدیث کے مفہوم سے مسلمان کی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے۔ انسان کی زندگی کا دارو مدار اللہ کے رسولؐ کی تعلیمات پر عمل کرنے یا ٹھکرا دینے پر ہے۔ اپنائے گا تو کامیاب' ٹھکرائے گا تو ناکام۔ اس حدیث سے مسلمان کے عقیدے پر یہ اثر پڑتا ہے کہ جو اللہ اتنا باریک اور وسیع علم رکھتا ہے بھلا میرا کوئی فعل اس سے پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ میں انسانوں سے چھپ کر اگر کوئی بدتمیزی کرنا چاہوں تو کیا اللہ سے بھی چھپا سکوں گا۔ نہیں اور ہرگز نہیں! اس لئے اس کا معاملہ اللہ سے نہایت کھرا معاملہ ہوتا ہے۔


PSO
رحمان آئلز
ہول سیل ڈیلر
لائٹ ڈیزل' کیروسین' فرنس آئل' موبل آئل
پروپرائیٹرز
نور الرحمٰن خاں لودھی
حفیظ الرحمٰن خاں لودھی
لال ملز چوک فیکٹری ایریا' فیصل آباد فون نمبر 618946-624353

# مکتوبات

## شیخ کا خط اپنے شاگرد کے نام

از چکرالہ

9-11-1969 الداعی الخیر ناچیز اللہ یار خان

عزیزم السلام علیکم و برکاتہ۔ گرامی نامہ مل گیا۔ جناب نے وسوسوں کی شکایت کی ہے۔ عزیزم بار بار ایک بات نہیں لکھی جاتی خوب یاد کرلو۔ وسوسہ سے نہ نقصان ولایت ہوتا ہے نہ نقصان کمال ہے ولایت اور وسوسہ میں کوئی منافات نہیں بلکہ وسوسہ اور نبوت کو کوئی منافت نہیں۔ وسوسہ بھی ہوتا رہتا ہے اور ملائب بھی قائم رہتی ہے۔ حضرت آدم کو وسوسہ ہوا جو اللہ کا نبی تھا۔ وسوسہ صرف پریشانی قلبی ہے۔ دوسرے جس گھر دانہ نہ ہو وہاں کیڑے بھی داخل نہیں ہوتے۔ وسوسہ بھی صاحب خزانہ کو ہوتا ہے ہمیشہ چور اور ڈاکو وہاں وہاں ہی چوری اور ڈاکہ ڈالتا ہے جہاں مال ہوتا ہے جب لطائف میں انوار پیدا ہوئے انوار کا خزانہ پیدا ہوا تو ابلیس ملعون جو چور و ڈاکو ہے اس کے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے کہ میں اس مکان کی نقب زنی کر کے مال نکال لوں لطائف سے اول باطن میں اندھیرا تھا۔ ابلیس چور خوب آرام سے چوری کرتا تھا۔ اب اندر انوار کی روشنی پیدا ہوگئی۔ ذکرالٰہی کے نور سے۔ پھر لطائف سے ذکر اللہ اللہ کی آوازیں بھی آتی ہیں۔ اب چور پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتا تو وہ ہر طرح کے حیلے سے کام لینا چاہتا ہے۔ جس سالک نے سمجھ لیا کہ یہ میرا دشمن ہے۔ ہر طرح لوٹنا چاہتا ہے تو پھر وہ وسوسہ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ذکر پر ڈٹا رہتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ صوفیا عارفین کی جماعت پانچ ہجری کے آخر میں شروع ہو کر 10 ہجری کے اول تک کافی تعداد میں رہی ہر طرف ان کا زور تھا علماء امت کی جماعت حد سے زائد تھی۔ چار ہجری تک تو تبع تابعین کی جماعت کے شاگرد موجود تھے۔ پھر ان کے خاتمہ پر یہ جماعت اولیاء کی رب العالمین نے پیدا کی۔ کثرت سے عالم برزخ میں جن کاملین سے ملاقات ہوتی ہے اکثر پانچ ہجری سے 10 ہجری کے مابین کے ملتے ہیں۔ ہم نے بھی جن سے فیض حاصل کیا ہے وہ بھی اس زمانہ کے ہیں۔ پھر دس ہجری کے بعد بہت کم ہو گئے پھر چودھویں صدی میں تو خدا ہی حافظ - صرف دکاندار ہی رہ گئے۔ دکاندار صوفیہ تو بے حد ہیں جو رنگ نما' رنگ فروش ہیں مگر رنگ ساز کوئی نہیں ہے۔ ہاں یہ ضروری ہوتا ہے کہ کسی کسی وقت جس طرح بارش رحمت کی برستی ہے اسی طرح تجلیات باری کی رحمت کا محل بھی یہ ہی لوگ ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو وقتاً" فوقتاً" پیدا کرتا رہتا ہے۔ ان کی حالت جس طرح انبیاء کی ہوتی ہے کوئی اولوالعزم کوئی رسول 'کوئی نبی' کوئی اول العزم رسول صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ رسول بھی دیر دیر بعد آتے ہیں انبیاء ہر زمانہ میں آتے رہتے ہیں' ان کے خاتمہ پر جب انکا دور رسول خدا کی بعثت سے ختم ہوا تو پھر ہر قسم کی نبوت ختم ہوگئی اور انتقال رسول کے بعد زمین سخت روئی جیسا قاضی عیاض کی الشفا فی الحقوق المصطفیٰ اور اس کی شرح ملا علی قاری تنزیل مکہ میں اور نسیم الاریاض علامہ شہاب خفاجی میں مذکور ہے کہ زمین کو رب العالمین نے تسلی دی کہ میں زمین پر صدیق پیدا کروں گا۔ قطب وحدت پیدا کروں گا تمہارے شیخ کا منصب بھی قطب وحدت ہے۔ اور افراد پیدا کروں گا قیوم پیدا کروں گا' غوث پیدا کروں گا کوئی قطب ارشاد ہوگا۔ اور ابدال بھی ہوں گے جو قطب ابدال کے چپڑاسی ہوں گے اور زمین کو خالی نہ چھوڑوں گا ان تمام نیچے والے طبقوں کو سب سے اونچی ہستی سے ملنا ہے اگر صدیق ہو تو جو آج موجود نہیں صدیق سے نیچے جاتا ہے اگر قطب وحدت ہو تو تمام کو اس سے فیض ملتا ہے اگر یہ نہ ہو تو غوث کی وجہ سے قیوم اور افراد اور قطب وحدت و صدیق یہ کہیں کہیں صدیوں بعد خدا تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ یہ اولی العزموں کے مناصب ہیں باقی رہا آپ اپنے اپنے کاروبار میں باوجود مشغول ہونے کے اور روزی حرام کھانے کے اور بدکار لوگوں کی مجالس میں رہ کر' گانے بجانے سن کر' نظر کو حرام کا مرتکب بنا کر پھر بھی اس جماعت کے فرد ہیں اور ذکر کے انوارات سلب نہیں ہوتے۔ یہ بھی تمہارے شیخ کی قوت روحانی کی برکت ہے اور خدا کی مہربانی ہے ورنہ کہاں تم ملازم اور کہاں یہ نازک چیز۔ بیٹا خدا کا شکریہ ادا کریں۔ اپنی استقامت کی دعا کریں۔ اپنے رفقاء کو یہ خط سنانا پورا مضمون - حافظ غلام قادری سنا دے مگر خاص خاص رفقا کو نہ عام کو۔

# ظلم کیا ہے؟

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان 15-5-98

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ ولاتمدن عینیک الی مامتعنا بہ ازواجا منھم زھرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنھم فیہ ○ ورزق ربک خیر وابقی ○ وامر اھلک بالصلوۃ واصطبر علیھا لانسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبۃ للتقوی ○ طٰہٰ 131 تا 132

وطن عزیز یوں نظر آتا ہے کہ پاکستان بنایا گیا تھا لیکن یہ بن مسائلستان گیا ہے اور حکومت سے لیکر ایک عام آدمی تک اپنی اپنی جگہ ہر شے پریشان ہے۔ حکومت پریشان ہے کہ کوئی اس کی بات چلنے نہیں دیتا' اپوزیشن پریشان ہے کہ کوئی ان کی بات نہیں سنتا' جنہیں کوئی سیٹ مل جاتی ہے' ممبر بن جاتے ہیں وہ پریشان ہیں کہ ہمیں فنڈز نہیں ملتے' جو ووٹ دیتے ہیں وہ پریشان ہیں کہ ووٹ دینے کے بعد پھر کوئی پوچھتا نہیں' ان بے شمار پریشانیوں کے نت نئے حل تلاش کئے جاتے ہیں لیکن اصولی بات یہ ہے کہ اگر کسی بھی شے کو اس کی اپنی اصل جگہ سے ہٹا دیا جائے تو وہ صحیح کام نہیں کرتی۔ عربی میں اسی کو ظلم کہتے ہیں۔ قرآن حکیم نے جگہ جگہ ظلم کی مذمت جو فرمائی ہے تو ظلم کا مفہوم یہ ہے وضع شئی فی غیر محلہ کسی چیز کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کا مقام نہ ہو مثلاً" کوئی شلوار جو ہے قمیض کی جگہ پہننا چاہے تو قمیض کا لنگوٹا بنا لے تو یہ ظلم ہوگا یعنی اس چیز کا صحیح مصرف نہیں ہو رہا۔ آپ پاؤں کا جوتا ہی بدل لیں' دائیں کا بائیں اور بائیں کا دائیں میں ڈال لیں تو وہ پاؤں کو کاٹنا شروع کردے گا۔ اور اسے ظلم کہا جائے گا کہ جو جس پاؤں کا ہے اس میں ہونا چاہئے اور اب اگر اس لباس میں یا جوتے میں خرابی ہے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ جس جگہ کے لئے ہے اسے وہاں لایا جائے پھر اس کے بعد دیکھا جائے کہ یہ کہاں سے ٹوٹا ہوا ہے۔ کہاں سے کوئی کیل چبھتی ہے یا اس میں کوئی اور خرابی ہے۔ اگر اسے واپس اس کی جگہ پر نہ لایا جائے تو جتنی بھی اصلاح کرتے رہیں وہ بے سود ہوگی۔ ممکن ہے اس سے اور خرابی ہو' شاید وہ نقص یا وہ کمزوری نہ ہو جو ہم دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ایسی تبدیلیاں اس میں کردیں جو اور زیادہ نقصان دہ ہوں۔

اب وطن عزیز کے مسائل کا اگر ہم بنیادی طور پر جائزہ لیں تو مسئلہ صرف ایک ہے جس سے بچنے کے لئے ہم جو اصلاح کرتے ہیں ایک نیا مسئلہ پیدا کر دیتی ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اسے حاصل کیا گیا تھا اسلام کے نام پر اور پچاس برسوں میں جس قدر محنت اس بات پر ہوئی کہ اسے اسلام سے دور رکھا جائے اتنی محنت کسی اور کام پر ہوئی ہی نہیں۔ اب آج ہمارے لیڈران کرام' ہم اور ہماری حکومت کا یہ خیال ہے--- کل یا شاید پرسوں ٹیلی ویژن پر بات ہو رہی تھی بھارت کے ایٹمی دھماکے کے بارے میں تو پیپلزپارٹی کے زمانے کے وزیر قانون صاحب جو آج کل سینٹر ہیں فرما رہے تھے کہ پاکستان کے بننے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی سیاسی اور معاشی بالادستی سے نجات دلائی جائے۔ سرے سے بات ہی بدل گئی نا' لیکن اگر یہ حکومت بھی اور اپوزیشن بھی دیانت داری سے سوچیں' اگر یہ اس وقت لوگوں سے کہتے کہ تمہیں ہندو کی بالادستی کی بجائے ہماری سیاسی بالادستی منظور کرنا ہوگی' تمہیں ہندو لیڈروں کی جگہ اقبال حیدر یا میاں نواز شریف نصیب ہوں گے تو کیا لوگ گھر لٹواتے' قربانیاں دیتے' بچے قتل کرواتے' اس طرح ہجرتیں کرتے اور یہ سب کچھ جو لوگوں نے کیا اس وقت' کیا وہ کرتے؟ کوئی ایک آدمی بھی اپنا چولہا چھوڑ کر کہیں جانے کی زحمت گوارا نہ کرتا۔ اس وقت تو نہ کوئی اقتصادی مسئلہ تھا نہ سیاسی۔ سادہ سی بات تھی کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم اسلام کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں ہمیں اپنی الگ ریاست چاہئے جس میں ہم اپنے عقیدے' اپنے نظریئے کے مطابق زندہ رہ سکیں۔ اب چونکہ یہ لوگ اس قدر مغرب کی گود میں چلے گئے ہیں

تارکول کے علاوہ باقی تو سارا میٹریل نیچے ڈلتا ہے پھر سب سے قیمتی فولاد وہ ہوتا ہے جس سے ریلوے کی پٹڑی کے گاڈر بنتے ہیں ورنہ اوپر سے جب سو سو ڈبہ لے کر ریل گزرتی ہے تو وہ تو چوڑا ہو جائے اگر گھٹیا درجے کا لوہا ہو' انگریز نے بنائی تھی یہ کنجرا سے اٹھا کر بیچ رہے ہیں۔ اب ساری یہ چکوال کی پوری ریلوے کی لائن اکھیڑلی۔ بھئی اتنا ملک لوٹ کر تمہاری تسلی نہیں ہوئی تو دس ہزار' بیس ہزار' تیس ہزار' ایک لاکھ گاڈر ہوگا اس سے تم پچاس لاکھ بنا کر بیچ لوگ گے' اس سے تمہارا پیٹ بھر جائے گا۔ ارے ظالمو! یہ وہ چیز تھی جو کافرنے اور انگریز نے اپنی دفاعی ضرورت کے لئے جنگ عظیم میں بنائی تھی' تم غیرت کرتے تم تو چکوال سے خوشاب ملا دیتے کہ محفوظ راستہ تھا جب کبھی باڈر پر لڑائی ہوتی خدانخواستہ تو لاہور کراچی تک تو ایک محفوظ لنک تھا جو پاکستان جب تک قائم رہتا تو راستہ تو چلتا رہتا۔ آج مین راستہ بند کردیں تمہارے پاس کونسا راستہ ہے ٹرین گزارنے کا۔ ایک پٹڑی ہے نا' جو باڈر کے ساتھ جار ہے اگر ایک پٹڑی پہ ایک بم گر جائے' ایک جگہ سے ٹوٹ جائے' متبادل راستہ نہیں ہے کنجرو۔ بنی بنائی کیوں اکھیڑ رہے ہو؟ درمیان میں تیس میل کا فیصلہ تھا آگے ملا دیتے وہ بجائے آگے ملانے کے اکھیڑ کر لے گئے کیا ہوگا اتفاق فونڈری میں کتنا بن جائے گا۔

تو حضور اس کا مسئلہ اصل یہ ہے کہ لوٹنے والے لوٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ ہندو جب گئے تو تین چار بڑے قیمتی ہوٹل وہ چھوڑ گئے' لاہور کا فلیٹیز ہوٹل' پنڈی کا فلش مین ہوٹل ایک مری تھا یہ اربوں روپے کی جائیداد ہے اور سالانہ کروڑوں روپے ان کا منافع ہے' لاہور والا نواز شریف نے خرید لیا' مری والا چوہدری نثار علی نے خرید لیا' پنڈی والا نہ جانے کس کو دیتے ہیں۔ یعنی جنہیں آپ ووٹ دیتے ہیں وہ اسی ملک کی رگ جاں پر چھری چلا رہا ہے اور پھر آپ روتے بھی ہیں کہ بھوکے مر گئے' انصاف کوئی نہیں۔ ظلم تو بندہ اپنے ساتھ خود کرتا ہے پھر اسے رونے کا کیا حق ہے؟

اب اتنا دلیر کر دیا گیا ہے ان طاغوتی طاقتوں کو کہ چوہڑے' ٹٹیاں صاف کرنے والے چوہڑے توہین رسالت کرتے ہیں۔ کمال ہو گیا یہ عیسائی چوہڑے صدیوں سے یہاں رہتے ہیں' خود عیسائیوں کی' انگریزوں کی سو سال حکومت ر ' یہ جو بزرگ بیٹھے ہیں کوئی بتا سکتا ہے کہ انگریزوں کے زمانے میں کسی چوہڑے نے ایسا کیا ہو؟ کسی نے نہیں کیا۔ پچاس سال ہو گئے پاکستان بنے' اڑتالیس سال پاکستان میں بھی کسی نے نہیں کیا' اب گزشتہ دو سال سے ان میں اتنی جرات آگئی ہے کہ چوہڑے توہین رسالت کرتے ہیں۔ چودہ کروڑ مسلمانوں کے درمیان بیٹھ کر لیٹرینیں صاف کرنے والے چوہڑے' نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور حکومت انہیں ڈھیل دیتی ہے' انہیں چھوڑ دیتی ہے۔ اب جس نے کی ہے اس کی سزا بھی ہائی کورٹ نے معطل کر دی ہے۔ کمال ہے لیکن لوگ یہیں ہیں' یہ اپنے ڈسٹرکٹ کونسل کا الیکشن لڑیں یا ناموس رسالت ﷺ کا الیکشن لڑیں یا خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے لئے لڑیں' انہیں تو فرصت ہی نہیں ہے اور پھر امید ہوتی ہے' حرام تو یہ کھا رہے ہیں' لوٹ تو یہ رہے ہیں کل ہمیں بھی لوٹ کے مال سے حصہ مل جائے گا اور چوروں کی زندگی میں دو چیزیں نہیں ہوتیں۔ نہ آبرو ہوتی ہے اور نہ کبھی چور مالدار ہوتا ہے۔ یہ طے شدہ بات ہے پرایا مال کھانے والا ڈاکو چور لٹیرا جتنا بڑا بھی ہو کبھی اسے عزت نصیب نہیں ہوتی کبھی وہ آبرو مند نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے کبھی مالدار نہیں ہوتا۔ اللہ اسے حرص میں مبتلا رکھتا ہے۔ آپ اندازہ کیجئے آپ یہ ریل کی پٹڑیاں اکھڑوانے سے نواز شریف کو کیا فرق پڑے گا۔ کھربوں روپے کا مالک ہے سینکڑوں کارخانے فیکٹریاں چل رہی ہیں' اب ملک سے باہر بھی لگالی ہیں' یورپ میں لگالی ہیں' تائیوان میں لگالی ہیں انہوں نے' کھرب پتی لوگ ہیں ان چار گاڈروں سے کیا بن جائے گا؟ وہ ہوس جو اللہ کریم سزا دے دیتے ہیں ناں کہ اتنی امارت کے باوجود بھوکے رہتے ہیں یہ لوگ۔ اسی طرح نہ آبرو ہوتی ہے اور نہ سیر شکمی۔ جو لوگ ان کے پیروکار ہیں ان کے پیچھے لگے ہیں حال ان کا بھی یہی ہے اور یہی رہے گا جب تک ہم واپس اسلام کی طرف نہیں آتے۔ یہ ملک محض دین کے نام پر' محض اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دین کے نفاذ کے لئے حاصل کیا گیا تھا اور اس کے لئے لوگوں نے قربانیاں دی تھیں۔ اب اگر ہمیں یہ باور کرایا جاتا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی تو یہ جھوٹ ہے کہ ہم تو عینی گواہ ہیں' اس زمانے کے لوگ

کہ انہیں وہاں سے نکلتے ڈر لگتا ہے اور انہیں ڈرنا چاہئے بھی کہ وہاں بیٹھ کر یہ بری طرح پورے ملک کو نوچ رہے ہیں اور عیش کر رہے ہیں اسلام انہیں کیا دے گا؟ ان سے تو وہ سب چیزیں لے گا جو انہوں نے "ظلماً" لے رکھی ہیں۔ جو پیسہ یہ "ظلماً" چھینتے ہیں وہ رک جائے گا۔ جو عہدے انہوں نے "ظلماً" قابو کر رکھے ہیں وہ ان سے چھن جائیں گے' جو موجیں یہ کر رہے ہیں وہ نہ رہیں گی بلکہ لوٹا ہوا بھی اگلنا پڑے گا۔ تو انہیں تو اسلام سے بچنا چاہئے اور انہیں تو یہ کہنا چاہئے کہ بات اسلام کی نہیں تھی بات تو سیاسی غلبے کی تھی اور معاشی بالادستی کی تھی۔ حیرت مجھے ہوتی ہے اس غریب پر جو بڑے دکھی ہونے کا رونا بھی روتا ہے۔ جسے یہ احساس بھی ہے کہ میرے ساتھ ظلم ہو رہا ہے' اس کے پاس مزید چھن جانے کے لئے اب کچھ بھی نہیں اور اب کوئی کیا چھینے گا۔ محنت یہ کرتا ہے عیش کوئی کرتا ہے' اس کی جان کی کوئی قیمت نہیں یہ تھانے میں قتل ہوتا ہے' بازار میں قتل ہوتا ہے' عدالت میں قتل ہوتا ہے' گھر میں قتل ہوتا ہے اور قاتل بھی ہمیشہ نامعلوم رہتا ہے۔ عزت بھی اس کی لٹتی ہے' مال بھی لوٹا جاتا ہے اور کوئی پوچھتا بھی نہیں پھر اب اسے کس چیز کے چھن جانے کا ڈر ہے۔ یہ اسلام سے کنارہ کش کیوں ہے؟ اسلام جو اسے ظالموں سے چھین کر دینے والا ہے یہ بھی اسلام سے الگ ہے۔

اب آپ اندازہ کیجئے کہ حکومت نے ڈھونگ رچایا خانہ شماری اور مردم شماری کا تو سوائے پنجاب کے یہ کہیں نہیں ہوئی۔ سرحد والوں نے بھی کہا بھئی کھانے کو ملتا نہیں اور تم شماریات لئے پھرتے ہو' بھاگ جاؤ۔ بلوچستان والوں نے بھی بھگا دیئے' سندھ والوں نے بھی بھگا دیئے' یہاں گنتی ہو رہی ہے۔ اب تینوں صوبوں نے انکار کر دیا کہ نہ کوئی انصاف ہے نہ کوئی قاعدہ ہے نہ کوئی قانون ہے؟ کس بات کے بلدیاتی الیکشن' کس چیز کی بلدیات بناتے ہو' تم کیوں ہمیں ذلیل کرتے ہو؟ تینوں صوبوں میں بند ہو گئی مردم شماری یہاں انہوں نے کتے کی طرح ہڈی پھینکی سارے لپک کر چمٹ گئے۔ کیا ملے گا تمہیں ڈسٹرک کونسل کی ممبری سے؟ کیا بن جاؤ گے تم؟ فرعون کی جگہ آجاؤ گے؟ لیکن دیکھ لو سارے اس طرح اس ہڈی پہ چمٹے ہیں کہ جیسے ان کی اسی میں جان ہو۔ نمازیں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے' روزے رکھنے کی ضرورت نہیں' میرے پاس آتے ہیں' دعا کرو' شاباش ہے بھائی --- بھئی میری تو عمر گزر گئی اس ظالمانہ نظام کے خلاف لڑتے' اگر تمہارے لئے دعائیں کرتا تھیں تو مجھے تو وہ وزارت دینے کو بھی تیار ہیں۔ آج بھی میں ان کی جان چھوڑ دوں تو مجھے تو اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ دینے کو تیار ہیں۔ میں آج منبر پر بیٹھ کر بتا رہا ہوں' مجھے نواز شریف نے کہا تھا میری حکومت آنے دو احتساب کا شعبہ میں آپ کو دوں گا۔ میں نے کہا میں لات مارتا ہوں تمہارے احتساب پر بھی اور تمہاری حکومت پر بھی۔ تو مجھے تو وہ وزارتیں دینے کو تیار ہیں۔ میں کہتا ہوں میں اس نظام کے خلاف ہوں' مجھے چوکیداری بھی نہ ملے لیکن اللہ کی اس مخلوق کو اللہ کا نظام مل جائے بس۔ اور تم مجھ سے امید رکھتے ہو کہ میں تمہاری اس ڈسٹرکٹ کونسل کی امیدواری کے لئے دعا کروں گا۔ میں تو لعنت بھیجتا ہوں اس نظام پر اور جو کوئی اس میں ووٹ دیتا ہے وہ بھی اتنا ہی گنہگار ہے جتنا اس کے چلانے والے گنہگار ہیں۔ یہ مت بھولئے کہ ووٹ دینا کوئی معمولی بات ہے معمولی بات نہیں۔ ووٹ بیعت امارت ہے اور ووٹ دینے والا اس بات کی تائید کرتا ہے کہ یہی نظام رہنا چاہئے اور یہی لوگ قابل ہیں اور ان کو ملک چلانا چاہئے۔ یہ تو کل میدان حشر میں بات ہوگی کہ ہم بھی ہوں گے' آپ بھی ہوں گے' وہاں فیصلہ ہوگا۔ ووٹ لینے والے کو تو چلو کچھ لالچ بھی ہے کہ اسے کوئی ہڈی مل جائے گی کھانے کو' دینے والوں کو کیا لالچ ہے' میری سمجھ میں یہ نہیں آتا پنجاب سب سے بڑا صوبہ ہے' سب سے زیادہ وسائل اس کے پاس ہیں' سب سے زیادہ عہدے اس کے پاس ہوتے ہیں' سب سے زیادہ فوج میں اس کی تعداد ہے' چونکہ آبادی اس کی زیادہ ہے' تو ہر شعبے میں زیادہ ہوگا۔ ہر کام میں یہ سب سے آگے ہے لیکن غیرت ایمانی میں یہ سب سے پیچھے ہے اور سب سے بے غیرت صوبہ ہے۔ ایسے کینے لوگ ہیں کہ ہم نے زندگی میں کہیں نہیں دیکھے۔ کیا مل جائے گا اس ڈسٹرکٹ کونسل کی ممبری سے' بتایئے؟ اس پہ کیوں جان لڑا رہے ہیں؟ اب اندازہ کرو انگریز نے جو چیزیں بنائیں تھیں ریلوے کی پٹڑی بچھانا آسان ہے؟ موٹر وے سے زیادہ خرچ آتا ہے۔ خاص قسم کی لکڑی سے سارے سلیپ

باقی نمبر 2 صفحہ نمبر 63 پر ملاحظہ فرمائیں

# سنت سے ایک انٹرویو

محمد رفیق چودھری

## سنت قرآن کی تشریح ہے

سنت کی تشریح کے بغیر نہ تو قرآن مجید کو صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے اور نہ قرآن مجید کے احکام پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اقیمو الصلوۃ یعنی نماز قائم کرو۔ مگر قرآن مجید میں نمازوں کی تعداد' ان کے اوقات کا صحیح تعین ان کی رکعات کی تعداد اور اقامت صلوۃ یعنی نماز پڑھنے کا عملی طریقہ' یہ سب امور واضح نہیں کئے گئے اور ان سب کو سنت نے واضح کیا ہے۔

سنت کی رہنمائی کے بغیر کوئی شخص قرآن مجید کی مطلوبہ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ سنت نے پوری تفصیل سے بتایا ہے کہ صلوۃ اور اقامت صلوۃ کا کیا مطلب ہے۔ کل کتنی رکعتیں ہیں۔ اوقات نماز کون کون سے ہیں۔ ہر نماز کی رکعتوں کی تعداد کیا ہے۔ یہ سب امور قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں۔ اس لئے سنت کے بارے جانے بغیر کوئی مسلمان وہ نماز نہیں پڑھ سکتا جس کا حکم قرآن مجید نے دیا ہے۔

ایک اور مثال سنئے' قرآن مجید میں چوری کی سزا اس طرح بیان ہوئی ہے کہ۔ (ترجمہ) اور چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کے کئے کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک عذاب اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت میں بظاہر یہ حکم دیا گیا ہے کہ چور مرد اور چور عورت کے سارے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں کیونکہ آیت میں "ایدی" کا لفظ استعمال ہوا ہے جو (ہاتھ) کی جمع ہے اور معلوم ہے کہ عربی زبان میں جمع کا اطلاق دو کے عدد پر نہیں ہوتا بلکہ کم سے کم تین پر ہوتا ہے گویا یہاں دونوں چوروں (مرد اور عورت) کے سارے ہاتھوں یعنی چاروں ہاتھوں کے کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے' خواہ انہوں نے راہ چلتے ہوئے ایک دو روپے مالیت کی کوئی چیز چرائی ہو۔

لیکن قرآن مجید کا یہ منشا ہر گز نہیں ہے کہ کیونکہ سنت نے وضاحت کی ہے کہ چور کے دونوں ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ بلکہ صرف ایک ہاتھ (دایاں) کاٹا جائے گا۔ پھر سنت نے مال مسروقہ یعنی چوری کے مال کی کم سے کم مالیت بھی بتائی ہے۔ جس سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا۔ پھر سنت نے وضاحت کی ہے کہ جو مال ایسی جگہ سے چرایا جائے جو سرعام (Public Place) ہو۔ اس پر چوری کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ مال مسروقہ کی نوعیت۔ اور گواہوں کا نصاب بھی بیان کیا ہے۔ یہ ساری تفصیلات شریعت نے واضح کی ہیں تاکہ قرآن مجید کے اس حکم پر عمل ممکن ہو۔ گویا سنت نے قرآن مجید کے مجمل حکم کو قانون کی شکل میں مفصل بیان کیا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ سنت کی تشریح کے بغیر اس قرآنی حکم پر تعمیل کیسے ہو سکتی ہے؟ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ لوگ اس تشریح سے منہ موڑ کر یہ ظلم کریں کہ ایک بیر چرانے پر کسی بھوکے شخص کے اور ایک سوئی چرانے والے غریب شخص کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالیں اور پھر کہیں یہ سب کچھ ہم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق کیا ہے؟

## قرآن پر عمل کے لئے سنت ضروری ہے

قرآن مجید کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے سنت کی تشریح ناگزیر ہے' اسی لئے سب لوگوں کو اطیعوا اللہ کے ساتھ ساتھ اطیعوالرسول کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ ورنہ زکوۃ' روزے' حج کسی بھی قرآنی حکم پر سنت کی تفصیلی وضاحت کے بغیر پوری طرح عمل ممکن ہی نہیں

## منافق کو سردار مت کہو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " منافق کو سردار مت کہو' اس لئے کہ اگر ایسا ہوا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا"۔

## دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ غلام جیلانی (چکوال) کی اہلیہ وفات پا گئی ہیں' ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

# سفر حرمین شریفین

تحریر- مولانا محمد اکرم اعوان' مارچ 1986ء

اس بار عمرہ کا پروگرام جنوری میں بنا اور بحمد اللہ پندرہ احباب اس عاجز کے ہمراہ راہی حجاز ہوئے۔ 30 دسمبر کو کراچی پہنچنا تھا سو گھر سے نکل کر دس بجے کے جہاز سے اسلام آباد سے روانہ ہو کر دوپہر کراچی پہنچ گیا ساتھ دو احباب تھے ناظم اعلیٰ اور کراچی کے ساتھی ہوائی اڈے پہ منتظر تھے۔

جناب امیر حلقہ کراچی کے دولت کدہ پہ ٹھہرے مگر ٹھہرنے کا لفظ صرف کہنے کے لئے ہے ورنہ بفضل اللہ ہر آن اور ہر گھڑی کام تو چلتا ہی نظر آتا ہے اور یہ اس ذات کریم کی بندہ پروری ہے وہ قادر ہے جس سے چاہے کام لے سکتا ہے۔

بہت مصروف وقت گزرا مختلف مساجد میں بیان' مجالس ذکر اور احباب کی آمدورفت' ملاقات اور بات چیت غرض ایک میلہ تھا جو صرف اس ذات اقدس کے نام پر اس کی یاد میں اس کی طلب میں لگا رہا۔ ایک رونق تھی جو مقصد حیات ہے' ایک مشن جو اس ناکارہ کے پاس امانت ہے' ایک یاد جو زندگی ہے اور ایک عشق جو کسی کی عطا ہے۔

کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ!

کل پانچ جنوری علی الصبح غسل کیا اور احرام باندھا۔ مگر یوں کہ دل کی نگاہ اس منظر پہ تھی جب بدن میں حرکت کی جرات ہوگی نہ غسل کرنے کی استطاعت' نہ لباس کی پسند کا اختیار اور نہ تبدیل کرنے کی قدرت ہوگی' تب بھی یہی دو چادریں آج اپنی پسند سے خریدیں اور اپنے ہاتھوں پہنیں کل خدا جانے کیا ہو۔

نوافل پڑھے تو احباب بھی لباس بدل کر احرام کی حالت میں جمع ہوگئے تھوڑی دیر ذکر کیا دعا ہوئی اور اللہ کے نام پر روانہ ہوئے دس بارہ موٹریں ہوں گی باقی احباب سیدھے ہوائی اڈے پر چلے گئے تھے غرض سعودیہ کے جہاز سے صبح نو بجے روانہ ہوئے۔ ایک پنجابی ماہیا ہے

اڈ دا باز آیا' لمیاں سڑکاں سنگ ماہئے دا یاد آیا

مفہوم ہے کہ طویل سفر ہے اور وہ وقت یاد آ رہا ہے جب یہ سفر محبوب کے ساتھ کیا تھا۔

کچھ حال ایسا ہی تھا۔ حضرت استاد المکرمؒ کے ساتھ پہلے حج کا سفر یاد آیا۔ ایسا ہی بڑا جہاز تھا اور انہی راستوں پر محو پرواز۔ اللہ کریم ان پر کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی محنت پہ تا ابد پھل آ رہا ہے۔ (آمین) مجھ جیسے ناکارہ کو اس راہ پر انہوں نے ہی ڈالا۔ ورنہ اپنی خاک تو نہ جانے کہاں خوار ہوتی' گزرے لمحے اور بیتی باتیں ایک ایک کر کے یاد آتی رہیں اور آتش درون کو سرد کرنے کی ناکام کوشش میں نہ جانے کتنی بار آنکھوں نے آنسو برسائے۔

جہاز کچھ دیر ریاض میں رکا تو سب مسافر اتر گئے۔ ہمیں بھی وہاں چیکنگ کے لئے جانا پڑا امیگریشن ہوا اور دخول لگایا گیا' مگر انتہائی آرام اور لطف سے کوئی دقت پیش نہ آئی' بلکہ فائدہ یہ ہوا کہ جدہ جا کر کچھ نہ کچھ کرنا پڑا۔ اپنا سامان وصول کیا اور ظہر کی نماز ادا کی کسٹم والوں نے اجازت دی اور باہر چلے گئے۔

باہر احباب منتظر تھے جدہ کے مقامی ساتھی ریاض اور تبوک سے آئے ہوئے ساتھی کچھ عرب کے دوسرے شہروں سے آئے ہوئے تھے گاڑیاں لائی گئیں اور امیر حلقہ صاحب کے گھر پہنچے۔ چائے کے بعد سب یہاں والوں نے بھی احرام باندھے اور موٹروں کا قافلہ مکہ مکرمہ کو چل دیا۔ یہاں آدمی ایک سال بعد آئے تو بہت کچھ بدلا ہوا ملتا ہے' شہر ہی کو دیکھیں تو جدہ بہت دور تک پھیل چکا ہے۔ جدید عمارتیں نئی سڑکیں اور کاروں کا سیلاب سب کچھ بہت تیزی سے تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔ ہم عصر پڑھ کر روانہ ہوئے اور مغرب سے کافی پہلے مکہ مکرمہ میں حرم کعبہ پہنچ گئے نگاہیں بلند و بالا مسجد کی بلائیں لے رہی تھیں۔ بصد عجز و نیاز اندر داخل ہوئے اور جیسے بیت اللہ شریف پہ نگاہ پڑی قدم رک گئے۔ ہزاروں دعائیں لب پہ تھیں اور تشکر کے آنسو رواں' دوستوں کی درخواستیں ان کی مرضی کے مطابق اور دوستوں کے لئے دعائیں اپنی پسند سے دین کی عظمت اور ترقی کی کوششوں کے لئے ملک کی سلامتی اور قوم کی ہدایت کے لئے اس

ہستی کی ترقی درجات کی دعائیں جس نے زندگی کو لذت سے آشنا فرمایا۔ اعزہ و اقارب کے لئے اور سارے عالم اسلام کے لئے مجاہدین اسلام کے لئے غرض بے حد و بے حساب دعائیں کہ یہ قبلہ ہے اور یہی ایک دروازہ جہاں سے سب کچھ مانگا جاسکتا ہے جہاں سے سب کچھ ملتا ہے۔

لرزتے قدموں طواف شروع کیا یہاں کویت سے آئے ہوئے احباب منتظر تھے وہ بھی شامل ہوگئے مکہ مکرمہ کے مقامی ساتھی مل گئے۔ سب نے طواف کیا زمزم سے جگر ٹھنڈا کیا اور صفا مروہ کی سعی کے درمیان مغرب کی اذان ہوگئی اور نماز میں شامل ہوگئے۔ باقی سعی بعد از نماز پوری کی' قصر کیا اور حلال ہوگئے۔ بحمد اللہ ایک عمرہ ادا ہوگیا تو موذن کی جگہ کے سامنے آبیٹھے یہ جگہ ساتھیوں کو بھی معلوم ہے یہاں سب جمع ہو جاتے ہیں عشا تک ذکر اذکار اور ملاقات وغیرہ رہی کچھ احباب کو وہیں بیعت کا شرف نصیب ہوا۔ اللہ کے گھر میں اللہ کی اطاعت کا عہد کیا اور نماز کے بعد روانہ ہو کر جدہ پہنچے یہاں رات کا قیام تھا۔

7جنوری 26 رث

صبح جدہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے ساڑھے آٹھ بجے جہاز اڑا اور ایک گھنٹے میں مدینہ منورہ کی پرنور اور پر لطف خنک ہوا دلوں کو لوریاں دے رہی تھی۔ مدینہ منورہ کیا ہے

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آئند ابوبکرؓ و عمرا ینجا

یہاں اللہ کے آخری نبی اور تمام نبیوں کے امام سرور کائنات اور آقائے دو جہاں کا دربار ہے مہبط تجلیات ہے گنبد خضرا ہے۔ روضہ رسول مقبول ﷺ ہے یہاں جنت البقیع ہے جہاں خادمان رسالت اور خاندان رسالت آرام فرما ہیں یہاں کا ذرہ ذرہ' اپنے دامن میں ایک جلوہ پنہاں رکھتا ہے اور پتے پتے میں سرور' اور ہر جھونکے میں لذت ہے۔ میری خواہش تھی کہ کسی حد تک مسئلہ حیات النبی ﷺ پہ بھی گزارشات کروں مگر یہ ایک روداد سفر ہے اور اس کا دامن اتنا وسیع نہیں ہاں یہ ضرور عرض کردوں کہ دربار رسالت سے اب بھی اس طرح نور برستا ہے اور رحمتیں بٹتی ہیں' جیسے تب تھیں جب آقائے نامدار ﷺ دار دنیا میں تھے تو سارے جہاں کے نبی تھے' برزخ میں جلوہ فرما ہوئے تو بھی سارے عالم کے نبی ہیں۔ آج بھی ہدایت کے سوتے انہی کی ذات گرامی سے پھوٹتے ہیں اور جس بھی دل میں اللہ کا نور ہے انہی کے کرم سے ہے اور جس زبان پر اللہ کا نام ہے انہی کی برکت سے ہے۔ یہاں حیات نہیں بدلی مقام حیات بدلا ہے عالم بدلا ہے' اس عالم میں تشریف فرما تھے تو احکام اس عالم کے تھے۔ مثلاً" کھانا' پینا' سونا' جاگنا' سفر حضر موسم وغیرہ ذالک اور اس عالم میں رونق افروز ہوئے تو احکام اس عالم کے ہیں ورنہ حیات ویسی ہی ہے جیسی دنیا میں تھی۔ ہاں دلائل علمی درکار ہوں تو استاذی المکرم بحر العلوم حضرت العلام مولانا اللہ یار خاںؒ کی "حیات برزخیہ" و "حیات الانبیاء" اور فضائل و کمالات علمائے دیوبند کا مطالعہ کریں اور دلائل ذوقی چاہیں تو فقیر کے پاس تشریف لے آئیں۔ سلسلہ عالیہ کے اذکار شروع فرمائیں انشاء اللہ نہ صرف حیات النبیؐ کی سمجھ آجائے گی اگر رحمت باری نے دستگیری فرمائی جس کا مدار خلوص نیت پر ہوا کرتا ہے تو انشاء اللہ فنافی الرسول میں دست اقدس محمدؐ پر بیعت کی سعادت نصیب ہوگی۔

غرض مدینہ منورہ کے ہوائی اڈے پر یہاں کے ساتھی موٹروں کے ساتھ منتظر تھے۔ مکان لیا جاچکا تھا۔ آکر سامان اتارا۔ وضو وغیرہ تازہ کیا اور بارگاہ رسالت پناہی کی حاضری سے مشرف ہوئے۔

صلوۃ و سلام عرض کئے اور آپؐ کے طفیل آپ ہی کے زیر قدم بیٹھ کر پھر سے دعائیں کیں اور ظہرا دا کرکے مکان پر آئے جہاں کھانا تیار تھا۔ پھر عصر تک آرام کیا کچھ احباب کو خطوط لکھے بعض ضروری اطلاعات پہنچانا مقصود تھیں اور بعض صرف اظہار محبت کی خاطر دو خط بچوں کو لکھے۔

یہاں بھی احباب پہنچنا شروع ہوگئے مگر جگہ کافی کھلی تھی پانچ چھ کمروں کا فلیٹ تھا یہاں سما گئے کچھ حضرات نے علیحدہ بھی قیام کیا کہ پہلے سے ان کا اہتمام تھا۔ شام کو ذکر ہوا۔ نماز عشا حرم میں ادا کرکے آئے اور سوگئے۔

صبح تہجد بروقت ادا کرکے مکان پر ہی ذکر کیا اور سب احباب جمع ہوگئے تھے۔ پھر نماز کے لئے حرم میں حاضری دی اور واپس آکر قرآن حکیم کا درس ہوا ناشتہ کے بعد کچھ آرام اور پھر زیارت پہ جانے کا مقصد تھا۔ تقریباً" دس بجے یہاں سے روانہ ہوئے پانچ کاریں تو ساتھیوں کی تھیں ایک ٹیکسی لینا پڑی۔ مدینہ منورہ بھی بہت جدید شہر ہے کھلی اور کشادہ سڑکیں بلند و بالا خوبصورت مکان' بہت بڑی دکانیں' احد کو جانے والا راستہ بھی دو رویہ اور کشادہ سڑک تھی مزارات کے پاس ایک وسیع

گراؤنڈ' پارکنگ کے لئے بنا ہے مزارات شہدا کے پاس کار کی۔ یہاں وہ خوش نصیب آرام فرما ہیں جنہوں نے احد کے روز جانیں نچھاور کی تھیں اور جن کو چھلنی سینوں اور پھٹے ہوئے جسموں کے ساتھ آقائے نامدار ﷺ نے جنازہ پڑھا کر دفن کرنے کا حکم فرمایا تھا ان میں عمرو بن جموع جیسے فرزانے تھے یہ صاحب ایک ٹانگ سے معذور تھے یوم احد کے لئے تیار ہوئے تو جوان بیٹوں نے گھر ٹھہرنے کے لئے عرض کیا نہ مانے تو انہوں نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا طلب کئے گئے۔ ارشاد ہوا عمرو تمہارے چار جوان بیٹے جہاد کے لئے جا رہے ہیں تم ٹھہر جاؤ گھروں میں تو کوئی ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بڑا عرصہ ہوا اس لنگڑی ٹانگ کو شہر میں گھسیٹا ہے اب ارادہ ہے اسے جنت میں لے چلوں۔ جب شہدا جمع کئے گئے تو کچھ لوگ شہدا کو مدینہ منورہ لے گئے اور کچھ وہیں دفن ہوئے۔ ان کو بھی لڑکوں نے اٹھا کر اونٹ پر رکھا تو اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا اس کے کسی ساتھی کو بلاؤ کہیں اس نے کوئی دعا نہ مانگی ہو۔ ایک صاحب جوان کے ساتھ تھے حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ کل انہوں نے مجھ سے کہا تھا تو دعا کریں آمین کہوں گا پھر میں دعا کروں گا تو آمین کہنا۔ سو میں نے دعا کی خدایا کل میں کسی کافر کو قتل کروں اور اس کی زرہ اور تلوار پاؤں سو مجھے حاصل ہے۔ انہوں نے دعا کی تھی خدایا میں تیری راہ میں کٹ جاؤں پھر وہیں دفن کیا جاؤں اور روز حشر وہیں سے سینہ چاک اٹھوں۔

28 رث 9 جنوری

لکھتے لکھتے بات ادھوری رہ گئی تھی آج پھر وہیں سے شروع کرتا ہوں کل تو فرصت ہی نہ ملی۔ ہم حضرت حمزہؓ کے مزار کے پاس حاضر ہوئے گاڑی پارک کی اور جنگلہ کے پاس کھڑے ہو کر سلام عرض کیا یہ نئی جگہ پر دفن ہیں 'نئی سے مراد وہ ہے جہاں وہ میدان احد سے منتقل کئے گئے تھے یہ غالباً" حضرت امیر معاویہؓ کا عہد تھا۔ ساتھ میں مزید صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی دفن ہیں۔ شہدا احد تین حصوں میں بٹ گئے ہیں کچھ حضرات تو اول روز ہی آپؐ کی اجازت سے جنت البقیع میں دفن ہوئے اور جو احد میں دفن ہوئے ان میں سے کچھ لوگ پھر یہاں منتقل ہوئے جہاں ہم کھڑے تھے اور کچھ پہلے والی جگہ پر رہ گئے۔ بہت مہربانی فرمائی حضرت سید الشہدا نے اور سب کے حق میں دعا فرمائی۔ احباب نے عرض کیا حضرت دعا کریں اللہ کریم برزخ میں اور روز محشر آپ حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے۔ تو فرمایا "عمل صالح"

عجیب اتفاق تھا کہ صبح امام صاحب نے نماز میں جو آیات پڑھیں وہ معاملات کے بارے میں تھیں پھر درس ہوا تو اس کا خلاصہ جو اس عاجز نے عرض کیا یہی تھا کہ اسلام عملی مذہب ہے اور زندگی کے تمام اعمال پر اللہ کے حکم کا نفاذ کرتا ہے۔ اور یہی مفہوم حضرتؒ کے ارشاد کا بھی تھا۔

وہاں سے رخصت ہو کر احد کے دامن میں گئے مگر وہ ساری جگہ مکانات میں دب گئی ہے۔ میدان کار زار سے لے کر حضور اکرم ﷺ کے مبارک اثرات اور واقعات کا محل وقوع جہاں سے آپ نے جہاد کی قیادت فرمائی جہاں زخمی ہوئے اور وہ میدان جہاں شہدا نے شہادت کے جام پیے۔ سب کچھ ہی تو مکانوں کے نیچے ہے کاش یہ جوش توحید ان آثار کو ضائع کرنے کی جگہ ان کی حفاظت کرتے' کچھ دیر وہاں رہے احباب جنگ ' مقامات جنگ اور واقعات جنگ کے بارے میں باتیں کرتے رہے پوچھتے رہے۔ ان چٹانوں اور پتھروں کی دید سے آنکھیں روشن کرتے رہے۔ جنہوں نے محمد رسول ﷺ کی زیارت کی تھی قدم مبارک چومے تھے۔ اور جو ان واقعات کے چشم دید گواہ ہیں۔ وہاں سے خمسہ مساجد آئے۔ پچھلی بار ہم آئے تھے تو یہ سارا علاقہ کھلا پڑا تھا اب تو بہت دور تک شاندار عمارتوں سے پٹا پڑا ہے۔ کشادہ اور دو رویہ سڑکوں کا جال بچھا ہے۔ سامنے پہاڑی پر شاہی محل بنا ہے۔ جو خود ایک پورا شہر ہے۔ بڑی دور سے گھوم کر ہم خمسہ مساجد پہنچے۔

یہ مسجدیں ان مقامات پر بنائی گئی ہیں جہاں غزوہ خندق میں حضور اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کے خیمے تھے وہاں بھی پختہ کار پارک اور بہترین سڑکیں سب کچھ ہے پہلے خندق کے آثار تھے اب نہیں ہیں ہاں مساجد موجود ہیں وہاں پھر سلسلہ سوالات شروع ہوا۔ خندق کہاں کہاں تھی۔ بھلا آپؐ نے جو چٹان توڑی تھی جس کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ ایک عظیم معجزہ ہے وہ کہاں تھی' دشمنوں کے خیمے کس طرف تھے بہر حال اللہ کی عطا کے مطابق جو کچھ آیا جواب عرض کرتا رہا۔ کہ بارگاہ رسالت پناہیؐ سے توجہ ہوئی اور سب حالات منکشف ہو گئے۔ والحمد اللہ علی ذالک

سب اہل نظر احباب نے دیکھے مگر اس

قدر زبردست توجہ تھی کہ کھڑا رہنا ممکن نہ رہا موٹر کار کا سہارا لیا۔ دعا کی اور وہاں سے سیدھے مسجد قبا چلے گئے۔ اللہ اللہ کیا شان ہے مقامات کی اور کتنی رحمتیں برستی ہیں یہاں مگر اب پھر نئی تعمیر ہو رہی ہے' بہت بڑی اور کشادہ مسجد اور بہت اچھی بات ہے مگر کاش سابقہ عمارت کو بھی قائم رکھیں جس کی امید کم ہے۔

یہاں کنواں تھا جس میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ مبارک سے حضور اکرم ﷺ کی انگشتری مبارک گر گئی تھی اب اس پر کار پارک بنی ہوئی ہے ہاں مسجد کے اندر ایک قبہ سلامت ہے جہاں حضورؐ تشریف رکھتے تھے۔ تو آیات قرآنی کا نزول ہوا تھا۔ وہاں نوافل پڑھے اور دعا کی کہ واپسی پر نبو سالم کی مسجد پڑتی تھی ' چھوٹی سی جہاں آقائے دو جہاں ﷺ نے پہلا جمعہ ادا فرمایا تھا۔ وہاں نوافل پڑھے اور ظہر کے لئے مسجد نبویؐ میں حاضر ہو گئے۔

مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی بات کہنے سننے سے نہیں دیکھنے سے تعلق رکھی ہے۔ ادھر نماز کا وقت قریب آیا ادھر مسلمان پروانہ وار بڑھے گورے کالے امیر غریب' بوڑھے 'جوان' عربی' عجمی غرض ہر ایک کی نگاہ اسی ھبط تجلیات پر لگی ہے۔ اور اذان ہوتے ہوتے مسجد بھر جاتی ہے پھر ارد گرد کی سڑکوں اور بازاروں تک جگہ نہیں ملتی۔ دنیا میں کسی مذہب کے معابد اس طرح نہیں بھرتے جیسے حرمین الشریفین' پھر ہر آدمی نے خوشبو بالاہتمام لگا رکھی ہوتی ہے۔ ایک عجیب امتزاج ہوتا ہے رنگ و نور کا اور خوشبوؤں کا بھی۔ اور اندازہ ہوتا ہے کمالات محمد ﷺ کا کیا تڑپ تھی جو ایک کائنات کو ہلا گئی۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
خدا کی زمین جس نے ساری ہلا دی

مولانا حالیؒ نے تو عرب کی زمین فرمایا تھا مگر حق یہ ہے کہ اللہ کی ساری زمین ہل گئی۔ ایک عجیب شان ہے مسجد کا' صاحب' مسجد کا' گنبد خضرا کا اور اس کے عالی قدر مکینوں کا۔ اللہ کی رحمت ہے اور نہ صرف بٹ رہی بلکہ لٹائی جا رہی ہے۔ اب حکومت سعودی عرب نے جو نیا نقشہ بنایا ہے اس میں مسجد نبوی کو پانچ گنا اور بڑھایا جا رہا ہے ارد گرد سے عمارتیں یوں اکھیڑی ہیں گویا وہاں کبھی کچھ تھا ہی نہیں۔ اللہ کریم اس گھر کے شان کو ہر آن بڑھاتا رہے۔ (آمین)

ظہر کے بعد صبح کا کھانا اور پھر عصر سے مغرب تک مسجد نبوی میں ذکر اذکار تلاوت و مراقبات اور مغرب سے قبل روضہ اطہر پہ سلام۔ مغرب کے بعد مکان پہ محفل ذکر پھر عشا اور رات کا کھانا یہ پروگرام رہا۔

آج تو جمعرات تھی احباب طائف سے ریاض سے دمام سے مکہ مکرمہ سے جدہ سے غرض ہر طرف سے اُمڈ آئے ہیں بہت رونق ہے اور بڑی اعلیٰ محافل ذکر ہیں۔

آج پھر امیر حلقہ سعودی عرب بندہ کو ساتھ لے کر حضرت امیر حمزہؓ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا میں بھی چل دیا دوسرے ایک بزرگ ساتھی بھی ان کے ہمراہ تھے۔ نہ میں نے پوچھا نہ انہوں نے بتایا جب وہاں پہنچے تو سلام عرض کرنے کے بعد بندہ نے گزارش کی کہ حضرت ملکی سلامتی اور پاکستان پر اللہ کی رحمت اور واقعی نفاذ اسلام کے لئے ہم نے دعا کی ہے۔ آپ بھی ہمارے لئے دعا کریں اور بارگاہ رسالت میں ہم گناہگاروں کی سفارش فرمائیں تو انہوں نے بہت کرم فرمایا کہ میں ابھی حاضر ہو کر عرض کئے دیتا ہوں اس پر احباب نے کہا کہ ہمارا آپ کو ساتھ لانے کا مقصد پورا ہو گیا۔

عصر کے بعد کے معمولات کل کی طرح ہوئے ابھی ذکر عشا اور کھانے سے فارغ ہوئے ہیں اب انشاء اللہ آرام کریں گے باقی آئندہ انشاء اللہ

10 جنوری 29 رث

آج احباب کی بھیڑ بھی بہت زیادہ تھی اور مسجد نبوی اور مدینتہ الرسولؐ میں بھی بہت اژدھام اور عموماً ہر جمعہ پر یہی حال ہوتا ہے شہر کی گلیاں تک بھر جاتی ہیں۔ جمعہ سے فارغ ہو کر لوگ واپس جانا شروع ہوتے ہیں۔ اکثر احباب بھی چھٹی ختم ہونے کی وجہ سے واپس چلے گئے ہیں۔ اس کے باوجود تقریباً تیس ساتھی تو موجود ہیں ورنہ تو پچاس کے قریب تھے اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اتنے ساتھی مل کر گنبد خضرا کے سائے میں ذکر کر رہے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک

8 جنوری کو جنت البقیع بھی گیا چند احباب ہمراہ تھے سیدنا عثمانؓ کو اور خانوادہ نبوت کو سلام پیش کرنے۔ کیسے کیسے حسین اس کی آغوش میں آباد ہیں۔ صحابہ کبارؓ کا ایک جم غفیر حضرت حسنؓ حضرت زین العابدین' جگر گوشہ رسول مقبول ﷺ حضرت ابراہیمؑ بنات رسول ﷺ ازواج مطہرات اور انصار و مہاجرین' وہ جگہ جہاں خود آقائے نامدار ﷺ راتوں کو اٹھ کر

تشریف لے جاتے اور دعا فرماتے نہ جانے کتنے خزینوں کی امین ہے۔ دعائیں کیں اور گزارشات بھی مگر لکھنا ضروری نہیں جانتا۔ ہاں یہ ضرور لکھوں گا کہ مسلمانوں کی فلاح و اصلاح اور مجاہدین کی کامیابی کے لئے ضرور عرض کیا اور دعا کرائی اللہ کریم قبول فرمائیں۔

13 جنوری 3 جماد الاول

11 جنوری کو یعنی یکم ج - ا..... بارگاہ رسالت میں سلام عرض کرنے کے لئے پیش ہوئے کہ علی الصبح روانگی تھی احباب کو فردا" فردا" پیش کیا سب کو کیا کچھ عطا ہوا۔ اس کی تفصیل لکھنا کچھ ضروری نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ اندازہ کرنے کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ کس بارگاہ میں پیش ہوئے نیز یہ پیشی بھی خصوصی طلبی پہ تھی میں تو اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ جسے جو کچھ نصیب ہوا' اللہ کرے یہ سنبھال کر ساتھ لے جائیں اور نفس و شیطان کی زد سے اللہ انہیں محفوظ رکھے تو ان عطایا پہ ناز کیا کریں گے۔ انشاء اللہ فقیر کو پہلے سے بحمد اللہ تاج نصیب تھا مگر اب کے جو عطا ہوا تو اس کی مختلف الوان کی لڑیاں تھیں' جو دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایک بزرگ ساتھی کو عصا ملا اور ایک بزرگ کو قرآن مجید نصیب ہوا۔ عصر سے مغرب تک بیٹھ گئے پھر اذکار کے لئے مکان پر جمع ہوئے' صبح ذکر مکان پر کر کے نماز مسجد میں ادا کی اور ناشتہ کر کے ایئرپورٹ چلے گئے۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ جس ایجنسی سے ٹکٹ اوکے کرائے تھے اس نے صرف پانچ آدمیوں کے نام دیئے ہیں نو کا ذکر ہی نہیں۔ احباب پریشان ہو گئے کہ عجیب بات ہو گئی اب آدھے پیچھے رہ جائیں گے ممکن ہے کس

فلائٹ میں جگہ ملے مگر اللہ کا کرم ہوا سب کو سیٹیں مل گئیں اور یوں ہم جدہ کے لئے پھر پرواز تھے۔

جدہ ایئر پورٹ پر احباب گاڑیوں سمیت موجود تھے ان میں بیٹھ کر شہر کو چلے تو راستے میں ایک انٹر نیشنل مارکیٹ پڑتی ہے۔ وہاں احباب خریداری کے لئے رکے۔ تقریبا" دو گھنٹے پھر کر دیکھا خدا یاد آیا ہے بہت بڑی مارکیٹ ہے اور انتہائی خوبصورت دنیا کی ہر چیز دستیاب ہے۔ سوئی سے لے کر موٹر تک اور اعلیٰ سے اعلیٰ' انسان حیران ہو جاتا ہے۔ اربوں ڈالر کا سامان پڑا ہے' خرید و فروخت اپنی جگہ پر صرف دیکھنا ہی ایک نئے عالم کی دریافت ہے وہاں سے ایک بزرگ ساتھی کے گھر پہنچے جہاں ہمارا کھانا تھا۔ آرام کیا اور عصر کے بعد احرام پہن کر راہی حرم ہوئے راستے میں مغرب پڑھی۔ مکہ مکرمہ میں ہمارا فلیٹ پہلے سے بک ہو چکا تھا وہاں سامان اتارا' گاڑیاں پارک کیں اور حرم پاک چلے گئے۔ عشا کی اذان ہو رہی تھی۔ سبحان اللہ جگمگ جگمگ کرتی اونچی نیچی روشنیاں اور چھپتے ہوئے اندھیرے ٹھنڈی ہوا حرم پاک روشنی میں نہلایا ہوا کھڑا تھا اور بلند میناروں سے موذن کہہ رہا تھا۔

اشہدان محمدر سول للہ بس

یہ سب کچھ دل کی آنکھوں سے دیکھنا نصیب ہو تو کیا کہنے چشم ظاہر بین سے دیکھنے پر بھی اللہ کی شان نظر آتی ہے۔

عشاء کے بعد طواف شروع کیا۔ تبوک اور ریاض سے ساتھی آئے ہوئے تھے۔ سب اکٹھے ہو گئے کچھ جدہ سے آئے کوئی مکہ مکرمہ کے مقامی۔ غرض پھر سے ایک قافلہ بن گیا اس

سے عجیب تر تو وہ مقدس جماعت تھی جو مشائخ عظام کے ساتھ شامل تھی۔ ہر سلسلے کے بزرگ صاحبان مناصب کے ساتھ سلسلے کے چیدہ حضرات غرض روحانی طور پر ایک جم غفیر تھا۔ جب صفا مروہ کی سعی شروع ہوئی تو حضرت استاذ المکرمؒ بندہ کے سامنے دو قدم کے فاصلے پر قیادت فرما رہے تھے اور باقی سب حضرات سعی میں شریک۔ سعی کرنے کی جگہ بہت کھلی ہے مگر اس کے باوجود باہر بھی بہت حضرات چل رہے تھے۔ صفا و مروہ پہ دل سے دعائیں کیں۔ اور سیر ہو کر کیں' اللہ قبول فرمائے آمین۔ یہ سب اجتماع اس لئے تھا کہ آئندہ تمام سلاسل کے فیضات نسبت اویسیہ کی وساطت سے تقسیم ہوں گے یعنی بارگاہ رسالت سے ہر سلسلے کے سربراہ کو جو بھی قیادت کر رہا ہے جتنا بھی فیض نصیب ہو گا اس نسبت عالیہ ہی کی وساطت سے ہو گا اور یہ سلسلہ عالیہ کا بہت بڑا اعزاز اور عنداللہ قبولیت کا نشان ہے۔ اس سے وضاحت ہوئی کہ تاج کی لڑیاں دور دور تک کیوں پھیل رہی تھیں نیز مختلف الوان یا رنگ کیوں تھے۔ یہ سب کچھ جن ارباب بصیرت نے دیکھا وہ بھی شاید کماحقہ' بیان نہ کر سکیں بہت ہی عجیب شان تھی۔ فارغ ہو کر مکان پر آئے کچھ احباب ملاقات کے لئے آئے تھے اور پھر آرام کیا۔

19 جنوری 9 جمادی الاول

آج کئی دنوں کے بعد لکھنے کے لئے کچھ وقت ملا۔ حرم شریف کی اتنی مصروفیات ہوتی ہیں پھر دور نزدیک سے احباب جمع ہوتے گئے اور اذکار بیان یہ کچھ اتنا زیادہ تھا کہ وقت کم پڑنے لگتا تھا۔ یہاں ایک ایک پتھر اور ہر وادی

۔ ہر پہاڑ اپنے سینے میں ایک داستان رکھتا ہے۔ یہ سب بعثت نبوی کے چشم دید گواہ ہیں۔ انہوں نے ایک تاریخ بدلتے دیکھی ہے ان سب نے وہ مظالم بھی دیکھے ہیں جنہیں لکھتے ہوئے قلم کا سینہ شق ہوتا ہے۔ اور پھر شمس رسالت کا طلوع بھی دیکھا ہے ظلمتوں کو چھٹتے اور مٹتے بھی دیکھا ہے۔ اولاد آدم کو زیور انسانیت سے آراستہ ہوتے بھی دیکھا ہے انہوں نے ہی اس انقلاب کو دیکھا ہے جس نے تاریخ کا دھارا بدل دیا اور دم توڑتی ہوئی انسانی بستی کو حیات نو بخشی۔ ظالم کافر مشرک بدکار جاہل اور گنوار لوگوں کو شرف انسانیت بنتے دیکھا اور اسی جگہ سے وہ چشمہ نور جاری ہوا جس نے ہر سو علم کے موتی لٹائے اور عمل کے پھول برسائے۔ یہیں جبل نور اپنی ساری شوکت کے ساتھ ایستادہ ہے اور کیوں نہ ہو وہ جتنا چاہے فخر کر سکتا ہے کہ اسے رحمت عالم ﷺ کی خلوتیں نصیب ہیں، انہیں میں جبل ثور اپنی عظمت پہ نازاں ہے اور حق ہے کہ اسے حضور اکرم ﷺ اور یار غار ابوبکرؓ صدیق کی محفلیں نصیب ہیں وہ ان کی تنہائیوں کا امین ہے۔ عرفات نے سینہ بچھا رکھا ہے کہ خطبہ حجتہ الوداع کا امین ہے۔ مزدلفہ اور منیٰ نقوش پائے مصطفیٰ ﷺ سے روشن ہیں۔ جہاں انہیں سیدنا ابراہیم و اسماعیلؑ کی قربانی یاد ہے وہاں بیعت عقبہ اولیٰ و ثانی کی حکایت بھی تو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں۔ غرض کیا کیا یاد کیا جائے تمام برکات کا مرکز تو یہی ہے یہ مراجہ سا مکان جو غلاف اوڑھے کھڑا ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے جس کی ساری خدائی ہے تو پھر یہ اکیلا اس کا کیوں ہے اس کی خبر اسی کو ہو سکتی ہے۔ جس کے بہت سارے ہوں اور ان میں کوئی اکیلا بھی اس کا ہو۔ یہ چند پتھروں کی عمارت محمد رسول ﷺ کو اس درجہ محبوب تھی شب اسرا بھی یہاں ہو کر چلے، اور تو اور ہجرت کی رات کتنی شدید تھی۔ جب مکہ کے مختلف قبائل کے چیدہ چیدہ جوان تلواریں سونت کر گھیرا ڈالے کھڑے تھے وہاں وہ مکان بھی تو یہی ہے اس شہر میں آج کل ایک دفتر بنا ہوا ہے تو آپ ﷺ نکلے مگر بیت اللہ شریف سے ملاقات ضرور کی یہاں تشریف لائے اور پھر ابوبکر صدیقؓ کے کاشانہ کو جلوہ شاہانہ سے منور فرمایا۔ اسی گھر کی طرف رخ کر کے سجدہ کرنے کو آپؐ بے تاب ہوا کرتے تھے اور بار بار رخ انور آسمان کو اٹھ اٹھ جاتا تھا۔ بہر حال یہ سب عظمت مسلمہ کے نشان بھی ہیں اور ماخذ بھی ان میں آج بھی وہی برکات موجود ہیں اللہ مسلمانوں کو سمیٹنے کی توفیق ارزاں کرے آمین۔

ان باطنی عظمتوں کے ساتھ حرم شریف کی ظاہری وجاہت بھی بے انداز ہے دنیا میں کسی قوم کو ایسا عالی شان معبد نصیب ہے نہ اس قدر آباد۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔

دن گزرتے رہے ایک دن جدہ گیا ڈاکٹر طوسی صاحب کو دکھانا تھا دوالی اور واپس آ گیا۔ الحمد اللہ ذاکرین کی جماعت کے ہمراہ جبل ثور عرفات منیٰ اور جبل نور پہ حاضری دی دعائیں کیں اور واپس جنت معلیٰ حاضر ہوئے۔ یہ جلیل القدر صحابہ اور ام المومنین خدیجہ الکبریٰؓ کی آرام گاہ ہے۔ اس نے ابن زبیرؓ کو سولی پر لٹکتے دیکھا اور بے شمار عاشقان رسولؐ کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ آخری سرے پر وادی میں پرانی قبریں ہیں جن میں ابو طالب کی قبر نمایاں ہے۔ بس وہی کچھ چند آثار باقی ہیں جو اس سرے پر ہیں باقی تو یار لوگوں نے مٹا کر جدید قبرستان بنا دیا ہے حتیٰ کہ بظاہر اب کوئی نشان نہیں ملتا۔ جو حال جنت البقیع کا ہے وہی نقشہ یہاں بھی ہے۔

ایک روز ایک محلے میں گیا وہاں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مزار ہے اور کافی لوگ ہیں وہاں شاید اس دور میں قبرستان تھا۔ مگر حالت بہت خستہ ہے ایک حویلی سی ہے۔ مٹی سے بھری پڑی ہے اور اوپر ٹوٹی پھوٹی اشیا پڑی ہیں نہ جانیں کب کرینیں آئیں گی اور یہ ڈھیر بھی زمین سے ملا کر میدان بنا دیں گی۔

الحمد اللہ اب تو مکہ میں مقامی لوگ بھی ذکر میں شامل ہو گئے ہیں ایک مقامی ساتھی نے دعوت کی بڑے مخلص اور سادہ انداز میں اللہ کریم ان سب کے دلوں کو روشن رکھے۔ بس اسی رونق میں دن تمام ہوئے اور جمعرات کو آخری عمرہ کیا دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد جدہ آ گئے کچھ ساتھی وہاں رہ گئے جو سیدھے وطن جائیں گے۔ فقیر کے ہمراہ سات احباب جدہ آئے اور ایک رات قیام کے بعد کل ابو ظہبی پہنچے یہاں بھی ایئرپورٹ پر احباب کی بھیڑ تھی۔ دو فلیٹ ساتھیوں نے حاصل کر رکھے ہیں اور بحمد اللہ ذاکرین سے بھر جاتے ہیں۔ انشاء اللہ 23 جنوری کو یہاں سے سیدھے واپس روانہ ہو کر اسلام آباد اور مرشد آباد حاضر ہوں گے اور جمعہ دار العرفان میں ادا کریں گے۔

# کلامِ شیخ
# توبہ

قاصد کو سمجھا لو اپنے' روک لو اپنی یادوں کو
آخر کو ہم توبہ کرکے مسجد میں جا بیٹھے ہیں

آنکھیں موند کے قبلہ رو ہم یاد خدا کو بیٹھ گئے
کافر ہے دل کہتا ہے ہم تیرے گھر جا بیٹھے ہیں

توبہ توبہ کہہ کر سمجھے اپنی عادت چھوٹ گئی
دیکھو کتنے سادہ ہیں ہم کیا دھوکا کھا بیٹھے ہیں

راستہ چلتے سوچ رہے تھے اب تو بچ کر نکلیں گے
ہوش میں آئے تو یہ دیکھا اسی جگہ جا بیٹھے ہیں

آج تو وہ پوچھ رہے تھے کیسی توبہ کرتے ہو
لے ڈوبے ہم توبہ کو بھی کئی قسمیں کھا بیٹھے ہیں

بے ہوشی میں ٹوٹ گئی تھی ورنہ ہم تو پکے تھے
الجھی زلفوں میں ہم اپنی توبہ الجھا بیٹھے ہیں

ٹوٹ گئی گر توبہ اپنی پھر توبہ ہی کرلیں گے
کوئی تو روکے ان کو بھی جو توبہ تڑوا بیٹھے ہیں

توڑ تو ہم دیتے ہیں توبہ لیکن چھوڑ نہیں دیتے
پھر سے دیکھو توبہ کرکے اسی جگہ جا بیٹھے ہیں

پکڑیں گے سیماب کو مرشد شاید بات سنور جائے
چھوڑ کے دونوں عالم کو ہم کس جگہ جا بیٹھے ہیں

سیماب اویسی

# آخرت اور تصوف

مولانا محمد اکرم اعوان

دار العرفان منارہ 99-1-12

سورۃ نمل کی آیات مبارکہ میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ انسان ذرائع کا محتاج ہے بلکہ اللہ کے سوا ہر چیز محتاج ہے اسباب کی۔ اللہ واحد ولاشریک ایک ایسی ہستی ہے جو کسی سبب کی' کسی ذریعے کی محتاج نہیں۔ پھر جو چیزیں اسباب ظاہرہ سے بالاتر ہیں' انسان کی ظاہری نگاہ نہیں دیکھ سکتی' انسانی عقل سوچ نہیں سکتی' انسان اسے چھو نہیں سکتا' انسان کے جو ظاہری ذرائع ہیں ان سے بالاتر ہیں' ان پر کس طرح سے وہ اتنا اعتماد کرے کہ زندگی کو اس کے مطابق ڈھال لے چونکہ فرمایا

لا یعلم من فی السموات والارض بالغیب الا اللہ۔ اللہ کے علاوہ غیب کو کوئی نہیں جانتا غیب وہ بات ہوتی ہے جسے جاننے کے لئے درمیان میں کوئی ذریعہ یا واسطہ نہ ہو۔ آپ کے' اور ہمارے وسائل' ذرائع' ادراکات اور علم ان سب چیزوں سے وہ بات پرے ہو' اسے جاننے کے لئے درمیان میں کوئی ذریعہ یا واسطہ نہ ہو۔ تو فرمایا اس طرح جاننا تو صرف اللہ کی صفت ہے وہ ذریعوں کا محتاج نہیں۔ دوسری بات ...... لوگوں کو اس کی بھی خبر نہیں کہ انہیں پھر کب اٹھنا ہے وما یشعرون ایان یبعثون کب قیامت قائم ہوگی۔ کب میدان حشر لگے گا کب محاسبہ ہوگا بلکہ آخرت کی بارے میں تو ان کا علم جواب دے چکا۔ انسانی علوم' انسانی عقول' انسانی علوم کے ذرائع آخرت کو پانے میں ناکام ہو چکے۔ انسان کے سارے وسائل اس بات کو جاننے سے معذور ہیں کہ انسان دوبارہ کیسے زندہ ہوگا اور وہ کب زندہ ہوگا۔ اس لئے انہیں اس میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ جب وہ بات سنتے ہیں تو اس پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد کافر یہ کہتے ہیں' یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جب ہر چیز گل سڑ کر خاک ہو جائے گی' مٹی ہو جائے گی۔ ہم' ہمارے باپ دادا' اب تک کتنی نسلیں گزر گئیں یہ سب دوبارہ کیسے جی اٹھیں گے۔

لقد وعدنا ھذا نحن واباؤنا من قبل۔ اس طرح کی باتیں تو پہلے بھی ہمارے آباؤ اجداد کے زمانے میں بھی کہی جاتی رہیں' پھر اب تک کوئی کھڑا نہیں ہوا کوئی زندہ تو نہیں ہوا

ان ھذا الا اساطیر الاولین۔ یہ جو ہیں یہ سب قصے کہانیوں کی باتیں ہیں کوئی ان میں صداقت نہیں۔ جو کافر ہے وہ یہ اعلانیہ کہہ دیتا ہے لیکن جو دعوئی ایمان کرتا ہے وہ کہتا نہیں سوچتا وہ بھی اس طرح ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کے عمل کی اصلاح نہیں ہوتی' اگر وہ آخرت کے لئے عمل نہیں کرتا اگر وہ خود کو برائی سے روکنے کی محنت نہیں کرتا کسی نیکی کے لئے مجاہدہ نہیں کرتا تو آخرت پر یقین کیسے کرتا ہے اب اس سارے مسئلے کا حل کیا ہے؟ انسان کیسے مان لے آخرت کو؟ انسان کیسے یقین کرلے کہ اسے دوبارہ زندہ ہونا ہے؟ سب سے بڑا غیب تو خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جسے انسان کسی ذریعے سے نہیں جان سکتا۔ اس کے اپنے وجود میں جو ذرائع ہیں ان سے نہیں جان سکتا الا یہ کہ تعلیمات نبوی ﷺ اسے بتائیں۔ اس طرح آخرت' بعثت' قیامت یہ سارے وہ "غیب" ہیں جن کے بارے اسے اطلاع دی جاتی ہے ورنہ اس کے اپنے وسائل اور اپنے ذرائع سے تو یہ بالاتر ہیں۔ اور جو علوم انبیاء علیھم السلام کو عطا ہوتے ہیں انہیں اطلاع عن الغیب کہا جاتا ہے۔ انبیاء علیھم السلام کو اللہ کریم مطلع فرماتے ہیں بغیر کسی سبب کے جاننا یہ اللہ کی شان ہے اگر کچھ باتیں یا جتنے حقائق انبیاء علیھم السلام کو بتائے جاتے ہیں تو اللہ کریم بتاتے ہیں تب نبی جانتے ہیں۔

ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب اللہ ہر ایک کو غیب پر اطلاع نہیں کرتا سوائے ان لوگوں کے جنہیں وہ چن لیتا ہے۔ نبی کے علوم جو ہوتے ہیں وہ اطلاع عن الغیب ہوتے ہیں لیکن نبی معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔ نبی سے گناہ کا تصور نہیں ہوتا۔ نبی ازل سے اللہ کا منتخب شدہ چنا ہوا بندہ ہوتا ہے تو اس کی پاکیزگی'

اسی کی عصمت' اس کی روح کی لطافت' اسے اللہ سے ایسا پیوست کرتی ہے کہ اس میں شبہے کی گنجائش نہیں رہتی۔ نبی کا یقین اس درجے کا ہوتا ہے کہ جس میں لغزش کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اب عام آدمی کے ماننے کے لئے بنیاد بنتا ہے خود نبی کے ساتھ ایمان کہ نبی کو نبی ماننے میں اس کا یقین کتنا پختہ ہے۔ جتنی پختگی اس یقین میں ہوگی اتنی پختگی ان باتوں اور ان عقائد میں آئے گی جو تعلیمات نبوی ﷺ میں ہوں گی۔ اگر خود نبی کی ذات پر اسے یقین کامل نہیں ہے تو نبی کے بتائے ہوئے اللہ کے بارے بھی اسے یقین حاصل نہیں ہوگا۔ خود نبی کی ذات میں اگر اسے یقین حاصل نہیں ہے تو نبی کی بتائی ہوئی آخرت کی باتوں کے بارے میں بھی اسے یقین کامل حاصل نہیں ہوگا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ رشتہ' یقین کیسے استوار ہو۔ جس طرح اللہ کی ذات کا ایک خاص رشتہ ہوتا ہے نبی کے ساتھ کہ نبی کو یقین کی دولت سے مالامال رکھتا ہے اسی طرح نبی کی توجہ میں بھی ایک اثر ہوتا ہے۔ نبی کے وجود میں برکات ہوتی ہیں' کیفیات ہوتی ہیں جو ماننے والے کو' نبی کے ساتھ اس طرح پیوستہ کر دیتی ہیں کہ اس میں شکوک کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ وہ نبی کی بات کو ماننے کے لئے دلائل کا محتاج نہیں رہتا۔ اس کے پاس سب سے بڑی دلیل صرف یہ ہوتی ہے کہ نبی نے یہ فرمایا' بس! یہ سب سے پہلی اور آخری دلیل اس کے پاس یہ ہوتی ہے۔

صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حیات طیبہ کو ہم دیکھیں تو ان کے پاس ہر بات کی صرف ایک ہی دلیل تھی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا فرمایا ہے۔ صلح کے لئے' جنگ کے لئے' معاملات کے لئے' عبادات کے لئے' ہر کام کے لئے ان کی دلیل ایک تھی۔ اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات میں یہ کمال تھا کہ ایمان کی نگاہ سے جس نے دیکھ لیا حضور ﷺ کو ایمان لانے کے بعد' یا اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ پڑ گئی تو کچھ ایسی کیفیات منتقل ہوتی تھیں اس میں کہ وہ ایک الگ انسان بن جاتا تھا۔ جس طرح ذات باری کا ہر بندے کے ساتھ رابطہ ہے' ہر بندے کو پیدا کرتا ہے' ہر بندے کو روزی دیتا ہے' ہر بندے کو قوتیں دیتا ہے' ہر بندے کی ہر ضرورت ہر جگہ پوری کر رہا ہے' ہر ایک کے ساتھ موجود ہے لیکن جو رابطہ نبی کے ساتھ ہے وہ نبی کے ساتھ ہے وہ دوسرے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس رشتے' اس تعلق' اس نسبت کی وجہ سے جو یقین کامل انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے کوئی دوسرا اس مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ انہی کا مقام ہے۔ اسی طرح نبی کے وجود' نبی کی ذات کے ساتھ جو رشتہ ان لوگوں کو نصیب ہو گیا جنہیں صحابی کہا جاتا ہے' وہ انہی کا حصہ ہے کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔

قرآن ان پر ہی نازل ہوا اور بیشتر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے بھی ہیں جو قرآن کے مکمل ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے' ایسے حضرات بھی ہیں جو نماز فرض ہونے سے پہلے چلے گئے۔ ایسے حضرت بھی ہیں جو روزہ فرض ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے ایسے حضرات بھی ہیں جو شراب کی حرمت سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے' لیکن شرف صحابیت میں سب شریک ہیں۔ چونکہ شرف صحابیت کا تعلق ایمان کے ساتھ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں آنے یا آپ ﷺ کی نگاہ پاک میں آنے یا آپ ﷺ کے وجود اطہر پر نگاہ پڑنے سے تھا' اس سے جو ایک کیفیت منتقل ہوتی تھی مثلاً" ہم لوگوں سے سنتے رہتے ہیں کہ فلاں بندہ بڑا اچھا گویا ہے' بڑا اچھا گاتا ہے' لیکن کبھی جب اس کا گانا خود سننے کا اتفاق ہوتا ہے تو ان بتائی ہوئی باتوں کے علاوہ گائیکی کا' آواز کا ایک اثر ہوتا ہے۔ ہم دنیا سے سنتے ہیں کہ فلاں بہت خوبصورت آدمی ہے' جب کبھی اس سے ملاقات ہوتی ہے تو اس کے جمال کا ایک اثر ہوتا ہے وہ اپنی ایک حیثیت ہمارے مزاج میں پیدا کرتا ہے۔ ہم سنتے ہیں کہ فلاں آدمی بہت بڑا مقرر ہے بڑی اچھی تقریر کرتا ہے سنتے رہتے ہیں لیکن جب اسے تقریر کرتے ہوئے سنتے ہیں تو پھر اور بات ہوتی ہے۔

مجھے ایک آدمی بتا رہا تھا کہ میں موچی دروازے سے گزر رہا تھا' مجھے بڑی جلدی تھی صبح ہائی کورٹ میں میری پیشی تھی اور مجھے وکیل کو کاغذات دکھانے تھے میں چاہتا تھا کہ رات کو نو دس بجے وکیل سے ڈسکس کر لوں اور صبح پیشی ہے تو بخاری صاحب کا وہاں موچی دروازے پر جلسہ ہو رہا تھا۔ میں نے کہا کہ ان کی بڑی شہرت سنی ہے' بڑی تقریر کرتے ہیں تو چلو پانچ دس باتیں ان کی سن تو لیں دیکھیں کہ

کیسی تقریر کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ پیچھے جاکر کھڑا ہو گیا تقریر سننے لگا' کھڑا کھڑا تھک گیا تو بیٹھ گیا' بیٹھا بیٹھا تھک گیا تو اس طرح لیٹ کر کہنی فائل پر رکھ لی تو جب انہوں نے تقریر ختم کی اس وقت فجر کی آذان ہو رہی تھی۔ تو وہ کہتے ہیں مجھے سمجھ نہیں آئی کہ رات کیسے گزر گئی وہ پانچ پانچ سات سات گھنٹے تقریر کر لیتے تھے۔ اب ایک آدمی سنتا رہا کہ عطاء اللہ شاہ بخاری بہت بڑا مقرر ہے لیکن جب اسے سننے کا اتفاق ہوا تو پھر کیفیت اور ہی وارد ہو گئی۔

یہی حال ہوتا ہے کہ ہم سنتے ہیں اللہ ہے لیکن نبی جس طرح اللہ کی محفل میں ہوتا ہے اس پر اور کیفیت ہوتی ہے۔ ہم سنتے ہیں نبی علیہ السلام کے بارے' سن کر مانتے ہیں' لیکن جو ربط صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نبی علیہ السلام سے نصیب ہوا اس کی اپنی ایک الگ کیفیت ہے وہ کسی غیر صحابی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اس طرح کا ربط نصیب نہ ہو تو یقین کا وہ درجہ پیدا نہیں ہوتا جو برائی سے روک سکے۔ آپ اپنے ملک میں دیکھ لیں کتنے لوگ حاجی ہیں' کتنے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں' کتنے لوگ عبادت کرتے ہیں' کتنے معتکف ہوں گے لیکن کیا ملکی معاملات میں کوئی تبدیلی آئی ہے' کیا لوگ چوری سے رک گئے ہیں' رشوت خوری سے رک گئے ہیں' لوگ جھوٹ بولنے سے رک گئے ہیں کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ ہر آنے والے دن برائی بڑھتی جا رہی ہے کیا وجہ ہے کہ یہ اتنی عبادات بھی نہیں روک سکتیں؟ گزشتہ پچاس سالوں میں جتنے لوگ حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے ہیں میرے خیال میں نصف سے زیادہ لوگ ملک میں حاجی ہوں گے۔ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نصف سے زیادہ لوگ برائی میں ملوث نہیں ہیں ...... وہ جھوٹ نہیں بولتے؟ یا وہ کم نہیں تولتے یا وہ چوری نہیں کرتے؟ کیوں اصلاح نہیں ہوتی؟ حالانکہ عبادات اصلاح کا ذریعہ ہیں اس لئے نہیں ہوتی کہ ہمارے دل کا وہ تعلق جو ذات نبوی ﷺ کے ساتھ ہونا چاہئے' وہ نہیں ہے۔ سب کچھ شنید ہے سن کر مانا ہوا ہے ہم نے۔ اس نے ہم پر کوئی کیفیت پیدا نہیں کی۔ ہم نے بزرگوں سے سنا' بڑوں سے سنا' علماء سے سنا' ہم نے مان لیا اب اس کی حیثیت اتنی ہی ہے کہ جب تک ہماری کوئی خواہش اس سے ٹکرائے نہیں تب تک ہم اسے مانتے رہیں گے' جب ہماری خواہش ٹکرائے گی تو ہم اپنی خواہش کو مانیں گے۔

تو نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اور وصال کے بعد صحابی بننا تو ختم ہو گیا اب تو کوئی صحابی نہیں بن سکتا تو ایمان کے یا یقین کے اس درجے کو کوئی کیسے پہنچے جو اسے گناہ سے روک دے' وہ کیفیات جو صحابہ کو نصیب ہوئیں صحابہ کی مجلس میں بیٹھنے والوں کو بھی نصیب ہوئیں لیکن اس درجے کی نہیں کہ انہیں صحابی بنا دیتیں۔ ہاں باقی امت میں ممتاز کر دیا انہیں تابعی بنا دیا۔ تابعین کی صحبت سے تبع تابعین بن گئے تو یہ جو سلاسل تصوف ہیں یہ دراصل ان کیفیات کے امین ہیں علماء ظواہر نے علمی خزانے آگے پہنچائے اور صوفیاء نے وہ کیفیات آگے منتقل کیں جو یقین کی زیادتی کے لئے چاہئیں تھیں۔

ایک بات یاد رہے کہ صوفی بغیر علم کے نہیں ہو سکتا چونکہ خود اسے دین پر عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ صوفی یا خود عالم ہوتا ہے یا کسی نہ کسی اہل علم سے ایسا وابستہ ہوتا ہے کہ ہر کام اس کی رائے پر کرتا ہے۔ ہر صوفی عالم ہوتا ہے لیکن ہر عالم صوفی نہیں ہوتا۔ علم ظاہری حاصل کرنے کے لئے تصوف شرط نہیں ہے' تصوف سیکھنے کے لئے علم شرط ہے۔ ثواب گناہ بدی میں تمیز نہیں رکھے گا تو کیسے تصوف حاصل کر سکے گا۔ پھر یہ کوئی ایجادی چیز نہیں ہے' وہ کیفیات ہیں جو نبی علیہ السلام سے صحابہ کو نصیب ہوئیں اور اس کا یہ مصرف نہیں ہے کہ انہیں وہ کیفیت نصیب ہوئی تو انہیں کشف ہو گیا اور انہوں نے لوگوں کو عجیب وغریب حکایات بتائیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کشف ایک اضافی چیز ہے کشف ضروریات میں سے نہیں ہے اور نہ مقاصد میں سے ہے ایک اضافی چیز ہے جو اللہ اللہ کرنے سے جب قلب لطیف ہو جاتا ہے تو ایک حد تک اپنے اپنے مزاج کے مطابق سب کو نصیب ہو جاتا ہے لیکن اگر کشف نہ ہو اور وہ یقین نصیب ہو تو یہ یقین مقصد ہے۔ کشف کے بارے میں اہل علم' فن کے لوگ' جو فن تصوف میں ائمہ کا درجہ رکھتے ہیں ان کا ارشاد ہے کہ اس سے تو بہلایا جاتا ہے لوگوں کو تلعبہا اطفال الطریقہ تصوف کے سیکھنے والے بچوں کو کھلونے کے طور پر کشف دیا جاتا ہے بلعبہا اطفال الطریقہ طریقت کے بچوں کو اس سے کھلایا جاتا ہے۔ اہل اللہ کا ارشاد یہ ہے کہ لوگوں کے مزاج

کمزور ہوتے ہیں' مجاہدہ نہیں کر سکتے اس پہ استقامت نہیں کرتے' ذکر کرنا انہیں مشکل لگتا ہے تو اللہ کریم انہیں قائم رکھنے کے لئے کچھ نہ کچھ مشاہدات دے دیتے ہیں' چلو اس کے سہارے یہ لگے رہیں گے۔ ورنہ کشف کمالات میں سے نہیں ہے اور نہ کشف اس مقصد کے لئے ہے کہ کوئی یہ کہے جی آنکھیں بند کرکے بیٹھ جاؤ اور بتاؤ کہ مجھے اس تجارت میں نفع ہوگا' نقصان ہوگا کہ بتاؤ میری اولاد ہوگی کہ نہیں ہوگی۔ یہ سب فضولیات ہیں۔

اسلام بڑا سیدھا سادھا دین ہے اللہ کے قادر مطلق ہونے پر یقین ہونا اس کے ساتھ دنیوی اسباب کو جائز حد کے اندر اختیار کرنے کا حکم۔ اس کے نتائج کیا ہوں گے وہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ آدمی نتائج کا مکلف نہیں ہے کہ وہ نتیجے پیدا کرے ان پہ کیا نتائج پیدا ہوں گے وہ قادر مطلق کی مرضی۔ تو آخرت کے ساتھ یہ یقین پیدا کرنے کے لئے کہ کم از کم اس یقین میں اتنی قوت ہو کہ ہمیں گناہ سے' برائی سے روک سکے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کیفیات حاصل کی جائیں جو نبی علیہ الصلواۃ والسلام سے تقسیم ہوئیں۔ چونکہ نبی صرف علم نہیں دیتا علم کے ساتھ برکات بھی دیتا ہے' کیفیات بھی عطا کرتا ہے اور تصوف کا حاصل سارا یہ ہے کہ آخرت کے ساتھ پختہ یقین نصیب ہو' حشر نشر پر اعتماد میں قوت اور کم از کم اتنی قوت ہو کہ ہمیں برائی سے روک دے اور رضائے الٰہی کو مقصد حیات بنالے۔ مراقبات' مقامات' ان میں کمی زیادتی' ایک طریقہ ہے لیکن اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات کا حاصل پختہ تر یقین ہے۔ جتنے کسی کے منازل بلند ہوں اتنا اس کا یقین بھی پختہ تر ہونا چاہئے اور یقین کی پختگی کردار سے ظاہر ہوتی ہے اس کے کردار میں وہ مثبت تبدیلیاں آتی جائیں' اس کا عمل اتباع نبوت ﷺ میں ڈھلتا چلا جائے' اس کی آرزو اللہ کی رضا ہو' اس کی خواہش وصال الٰہی اور وصال نبوی ﷺ اور وہ آخرت کی عزت اور میدان حشر کی آبرو کا طالب ہو۔

دنیا بہت خوبصورت چیز ہے' دنیا کا اقتدار بہت خوبصورت چیز ہے اور دنیا کی دولت بہت خوبصورت چیز ہے اور ہم محتاج ہیں کھانے پینے کے بھی' آرام کے بھی' علاج معالجے کے بھی ان ساری احتیاجات کو اپنے ساتھ رکھتے ہوئے اگر اللہ یہ جرات دے دے کہ دنیا کا نقصان برداشت کرلیں لیکن آخرت کا برداشت نہ کریں' دنیا کا دکھ سہہ لیں لیکن آخرت کے دکھ سے بچنے کی کوشش کریں تو یہ سمجھیں کہ ہمارا مجاہدہ' ہماری محنت' ہمارے مراقبات اپنا اثر پیدا کر رہے ہیں۔ اور یقیناً" ذکر الٰہی اسی برکت کا موجب ہے۔

مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر عمل کے لئے خلوص نیت شرط ہے لیکن ذکر الٰہی ایسا ہے کہ کوئی دکھاوے سے بھی کرنا شروع کردے چھوڑے نہیں کرتا رہے تو خلوص پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ کے نام کی برکت یہ ہے کہ کوئی دکھاوے کے لئے بھی کرنا شروع کردے تو کرتا رہے تو اس میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے اپنی مثال [illegible] لکھتے ہیں جیسے صابن کہ بے دھیانی سے [illegible]تے رہو تو میل تو کاٹے گا آپ احتیاط سے لگائیں تھوڑا لگائیں گے زیادہ میل کٹ جائے گا لوگوں کو دکھانے کے لئے لگا رہے ہیں اور بے احتیاطی سے لگا رہے ہیں تو زیادہ خرچ ہو جائے گا لیکن میل تو پھر بھی کاٹے گا۔ وقت زیادہ لگ جائے گا صابن زیادہ لگ جائے گا۔ وہ فرماتے ہیں اللہ کی برکت یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی دکھاوے کے لئے کرنا شروع کردے تو اللہ اسے خلوص عطا کردیتا ہے اس کی وجہ سے خلوص پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے دل کی صفائی اور دل میں لطافت آنا شروع ہو جاتی ہے۔

دنیوی امور جتنے بھی ہیں ان کے لئے دنیوی ذرائع شرط ہیں اپنے طور پر ان کے بہتر نتائج کی توقع تب کی جاسکتی ہے جب ان کی جو ضروریات ہیں ریکوائرمنٹس میں ہیں وہ بہتر سیلیکٹ کی جائیں اور دنیا کے کاموں کے لئے یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ عام آدمی نفع کما سکتا ہے تو ایک صوفی یا ولی اللہ زیادہ کمائے۔ عموماً" ہم نے دیکھا ہے اہل اللہ کو نقصان زیادہ ہوتا ہے اس لئے نہیں کہ وہ بدکاروں کی نسبت نالائق ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان کی توجہ اس طرف زیادہ ہو جاتی ہے اور جس طرف توجہ کم ہوگی اس طرف کمزوریاں ہوں گی۔

نبی علیہ الصلواۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ دو میں سے ایک طرف نقصان ہوتا رہتا ہے یا دنیا میں یا آخرت میں۔ پوری توجہ دنیا پہ ہوگی آخرت میں نقصان ہوگا پوری توجہ آخرت پر ہو جائے گی دنیوی نقصان برداشت کرنا پڑے

باقی نمبر3 صفحہ نمبر64 پر ملاحظہ فرمائیں

# تقلید اور اجتہاد

**خطاب امیر محمد اکرم اعوان**

**مورخہ 99-1-11 دار العرفان منارہ**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کسی بھی قوم کے لئے سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں اور ان لوگوں کو جنہوں نے قوم کی رہنمائی کی' بھلا برا کہنے لگے ہمارے ہاں اب یہ رجحان عام ہوتا جارہا ہے۔ یہود جب اس پوزیشن میں نہ رہے کہ میدان میں کھڑے ہو کر مقابلہ کر سکیں تو انہوں نے اسلام کے خلاف سازشیں شروع کیں۔ ان میں سب سے بڑی سازش ایک طبقہ پیدا کرنا تھا جو اکابر صحابہ پر اعتراض کرے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مصیبت بڑھتی ہی گئی اور مسلمانوں کی تاریخ کو آپ جہاں بھی خون سے رنگین دیکھیں گے وہاں تاریخی اعتبار سے اس طبقے کا ہاتھ ہوگا۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں آج کے عہد کی ایک اور بدنصیبی ہے کہ ہم مقلد ہیں اور اس ملک میں ہمارے دوست ایسے بھی ہیں جو تقلید نہیں کرتے تقلید کرنا یا نہ کرنا مسئلہ یہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو تقلید نہیں کرتے وہ بھی ائمہ کی توہین نہیں کرتے' ان کے علم کا' ان کے فضل کا' ان کے ورع تقویٰ کا احترام کرتے ہیں۔ 'تقلید' عقائد میں تو سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ پر کس طرح یقین رکھتا ہے۔ تقلید ہوتی ہے فقہی احکام میں' مسائل میں اور ہر بندہ مسائل سمجھتا نہیں کسی نہ کسی سے اسے سیکھنا پڑتے ہیں' پوچھنا پڑتے ہیں' فقہی احکام ائمہ اربعہ کی ذاتی رائے نہیں ہیں انہوں نے بھی اپنے عہد کے علماء کو جمع کرکے' جماعتیں بنا کر' ادارے بنا کر' ایک ایک مسئلے پر تحقیق کرکے قرآن و حدیث کی اور متقدمین کی آراء کو سامنے رکھ کر' مسائل کے سارے پہلوؤں کا جائزہ لے کر اس کے بارے طے کیا۔ مثلاً" امام ابو حنیفہؒ کا چالیس علماء کا بورڈ ہوتا تھا وہ بڑی بحث و تمحیص کے بعد' تحقیق کرکے کسی پیش آمدہ مسئلے پر رائے دیتے تھے اور اس فراخ دلی سے کہ ائمہ اور ان کے شاگردوں کے درمیان اگر رائے

> **دین میں کوئی نئی چیز داخل کی جاسکتی ہے نہ نکالی جاسکتی ہے۔ لہٰذا دین کے معاملے میں قرآن فہمی کے لئے حدیث کا مفہوم سمجھنے کے لئے سلف صالحین کو دیکھنا پڑتا ہے' متقدمین کو دیکھنا پڑتا ہے' علمائے حق کو دیکھنا پڑتا ہے**

میں اختلاف ہوتا تو اپنا اختلاف بھی لکھتے کہ امام صاحب کی اس مسئلے میں یہ رائے ہے ہماری یہ ہے' فلاں شاگرد کی یہ ہے۔

اور عجیب بات ہے کہ ان حضرات نے اتنی تحقیق کی کہ اب ان کے بعد صدیاں بیت گئیں کسی کو وہ تکلف کرنا نہیں پڑا۔ یہ نہیں کہ امت میں ان کے بعد علماء نہیں آئے' بڑے بڑے فاضل علماء آئے اور بہت پائے کے لوگ آئے' ان میں صاحب حال صاحب کشف بھی آئے' علمی اعتبار سے بھی بہت بلند پایہ لوگ آئے' برصغیر ہی دیکھ لو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے لوگ مقلد ہیں۔ لیکن اگر کوئی تقلید نہ کرنا چاہے تو کوئی جرم نہیں ہے۔ نہ کرے' لیکن اس طرح کی تحقیق تو اس کے پاس ہو جس طرح کی ائمہ نے کی ہے' اتنا علم و فضل تو ہو۔ اور اگر کسی میرے جیسے سے ہی مسئلہ پوچھنا ہے تو پھر میری نسبت تو بہر حال ائمہ اربعہ بہت افضل ہیں پھر ان کی رائے پر ہی عمل کرنا چاہئے۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اب مانے نے جو کروٹ لی ہے اس میں پہلے تو مغرب کی خواتین کو مرد بننے کا شوق تھا تو انہوں نے خواتین والا لباس اتار دیا وہ مردوں کی صف میں کھڑی ہو گئیں اب ہماری خواتین کو مرد بننے کا شوق آیا ہے تو انہوں نے ملاں کا روپ دھار لیا اور یہ مردوں میں گھسنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ہر ایک کو خبط ہو چلا ہے کہ وہ قرآن کی مدرسہ بنے۔ ہمارے ملک میں درس قرآن بڑے بڑے گھروں میں خواتین سے اس لئے شروع کرایا گیا کہ جو مار دھاڑ خاوند کرتے ہیں خاتون کا درس قرآن اس پر

کچھ پردہ ڈالے رکھے۔ فاروق لغاری صاحب جب صدر تھے ان کے گھر میں بھی درس قرآن ہوتا تھا سارے اس طرح سے کرتے ہیں۔ وزراء کے گھروں میں ہوتا ہے 'ایم این ایز کے گھروں میں ہوتا ہے' گلبرگ کے اکثر گھروں میں ہوتا ہے۔ یہ ہمارا طبقہ امراء نے ایک پاور بنائی تھی کہ بیویوں کا ایک حلقہ جمع کرو تاکہ یہ ایک پروپیگنڈہ بنا رہے کہ جی یہ بڑے نیک لوگ ہیں۔ اب رفتہ رفتہ اس میں کچھ لوگوں کو اپنے فقیہہ اور عالم ہونے کا شوق ہوا۔ ہمارے محترم میجر امین منہاس صاحب فوج کے میجر تھے وہاں سے آئے کچھ عرصہ مڈل ایسٹ چلے گئے گزارے کے پیسے وہاں سے مل گئے ہوں گے پھر آکر عالم بن گئے۔ اب ان کی کارکردگی کا شاخسانہ یہ ہے کہ گھر گھر عورتوں نے نماز تراویح پڑھانی شروع کر دی ہے۔ خواتین امامت کرتی ہیں اور دلیل یہ ہے کہ امین منہاس صاحب فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے بعد تو کوئی معصوم عن الخطاء نہیں ہے' ائمہ سے بھی خطا ہوئی جو انہوں نے کہا کہ عورتیں نماز نہیں پڑھا سکتیں۔ پھر یہی نہیں' نماز کا طریقہ تک بدل دیا ہے۔ منہاس صاحب کا طریقہ ائمہ سے الگ ہے۔ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اس سے الگ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ائمہ بھی غلطی کر سکتے ہیں۔ ہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ ائمہ سے بھی غلطی ہو سکتی ہے وہ معصوم عن الخطاء نہیں۔ لیکن جتنا علم ان کے پاس تھا اتنا آج کی نو عمر لڑکیوں' خواتین اور امین منہاس کے پاس بھی تو ہونا چاہئے' جو ورع تقویٰ ان کا تھا وہ ان کا بھی تو ہونا چاہئے۔

خلق قرآن کا مسئلہ آگیا اور حکومت نے کہہ دیا قرآن مخلوق ہے امام احمد ابن حنبلؒ کا زمانہ تھا آپ نے فرمایا قرآن اللہ کا کلام ہے اور کلام صفت ہوتی ہے ذات کی اور جس طرح اللہ کی ذات مخلوق نہیں ہے۔ اس کی صفات بھی مخلوق نہیں ہیں۔ یہ تو صفت ہے اللہ کی' کلام ہے اللہ کا' قرآن کوئی ان ٹنڈوں گھیروں اور نقطوں کا نام نہیں ہے۔

> **تقلید ہوتی ہے فقہی احکام میں' مسائل میں اور ہر بندہ مسائل سمجھتا نہیں کسی نہ کسی سے اسے سیکھنا پڑتے ہیں' پوچھنا پڑتے ہیں**

قرآن اس مفہوم کا نام ہے جو یہ الفاظ Convey کرتے ہیں اور وہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کا کلام جو ہے اللہ کی صفت ہے اور جس طرح اس کی ذات وراء الوریٰ ہے اس طرح اس کی صفات بھی ہیں۔ کوئی صفت ایسی نہیں جو گھڑ کر اس نے اپنے ساتھ لگالی ہو۔ اگر کوئی صفت آپ مخلوق مانیں گے تو وہ تو ماننا پڑے گا کہ پہلے اللہ کے ساتھ نہیں تھی پھر اللہ نے وہ صفت پیدا کی پھر اپنے ساتھ لگالی تو مخلوق کا اور خالق کا اتصال ہو [illegible] نہیں ہوتا خالق خالق ہے مخلوق مخلوق ہے بڑے بڑے علماء ڈگمگا گئے اس معاملے میں لیکن امام صاحب کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی حتیٰ کہ خلیفہ نے بلوایا۔ مجھے یاد نہیں آرہا عاصم یا اس طرح کا کوئی نام تھا ایک ڈاکو کا اس کے لئے حضرت ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ تو کسی نے پوچھا کہ' حضرت اس کے لئے آپ بہت دعا فرمایا کرتے ہیں۔ فرمایا! مجھے جب گرفتار کرکے لے جا رہے تھے تو مجھے راستے میں یہ ملا اور اس کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ اے امام میں بدکاری ڈاکہ کرتا ہوں' ظلم کرتا ہوں اور اس کے جرم میں میرا ہاتھ اور میرا پاؤں کٹ گیا لیکن جو ہو سکتا ہے میں اس سے باز نہیں آیا اور اگر میں نے یہ برائی نہیں چھوڑی تو آپ تو حق پر ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ سزا کے خوف سے آپ راستے سے ہٹ جائیں۔ یعنی میں اگر برائی پر اتنی استقامت دکھا سکتا ہوں تو آپ تو حق پر ہیں۔ پیٹھ پر سے کھال ادھیڑ کر نیچے کنکر ڈال کر درے مارے گئے تھے اس پر بھی امام صاحب ایک ہی بات فرماتے تھے کہ کتاب اللہ سے اور سنت سے کوئی دلیل لاؤ۔ ایتونی بشیء من کتاب اللہ و سنتہ ﷺ کوئی' دلیل لاؤ کہ میں مان لوں اگر نہیں تو تم جھوٹ کہتے ہو' غلط کہتے ہو۔

ایک طرف یہ لوگ ہیں اور دوسری طرف میجر منہاس صاحب ہیں ہمارے لئے محترم ہیں لیکن چند جملے ایک تقریر میں حکومت کے خلاف کہہ بیٹھے اور پھر بھاگ کر برطانیہ میں پناہ لی ابھی تک واپس نہیں آئے۔ کئی حکومتیں بدل گئی ہیں ان کے بعد۔ تو میں نے ایک دن پوچھا بھی کہ میجر صاحب کیوں بھاگے ہوئے ہیں تو کسی دوست نے مجھے بتایا کہ جو کچھ

انہوں نے کہا تھا اس میں کوئی ایک جملہ فوج کے خلاف بھی تھا' تو چونکہ فوج تو وہی ہے اس لئے میجر صاحب بھاگے ہیں۔ یعنی اپنے مقام اپنی فکر اپنی ہمت جرات کا ہی کوئی بندہ اندازہ کرے۔

اب کہاں ائمہ کرام کا علم اور کہاں ایک فوجی میجر کی مطالعہ کی باتیں' چند کتابیں اٹھا کر پڑھ لیں' کہاں ان کا ورع تقویٰ کہاں اس عہد کے لوگ۔ تو یہ ایک بے دینی کا نیا راستہ ہے۔ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آج مجھے ایک خط آیا اس میں یہ سارا تھا کہ جناب یہ اس میں کیا کیا جائے تو میں نے انہیں سادہ سی بات لکھی ہے کہ ایک طرف یہ نو عمر لڑکیاں اور خواتین ہیں اور میجر منہاس ہے دوسری طرف ائمہ فقہ ہیں تقلید کی ضرورت نہیں ہے تقلید کو چھوڑو اور خود اندازہ کرلو کہ دونوں میں سے کس کی بات مانی جائے؟ مقابلہ ہی ہے نا' تقابل ہے نا' یہ انہوں نے غلطی کی ہے ہم صحیح بتاتے ہیں میں نے کہا خود اندازہ کرلو سامنے رکھ لو اور دیکھ لو۔ دین تو ارث سے آیا ہے' وراثتاً" آیا ہے' اس میں کوئی نئی چیز داخل کی جاسکتی ہے نہ نکالی جاسکتی ہے۔ لہٰذا دین کے معاملے میں قرآن فہمی کے لئے حدیث پاک کا مفہوم سمجھنے کے لئے سلف صالحین کو دیکھنا پڑتا ہے' متقدمین کو دیکھنا پڑتا ہے' علمائے حق کو دیکھنا پڑتا ہے۔ اگر ان کو نہ دیکھا جائے تو علم آئے گا کہاں سے۔ دین کوئی سائنس کا علم نہیں ہے کہ پہلوں نے جو کلیہ بتایا وہ غلط ہوگیا اور نیا کلیہ ایجاد ہوگیا۔ دین ایک ٹھوس حقیقت ہے جو مکمل ہوگئی تھی نبی ﷺ کے زمانے میں اور جو نقل در نقل سینہ بسینہ ہمیں نصیب ہو رہا ہے اور یہ بڑی بد نصیبی کی بات ہے کہ اب ایف۔اے' بی۔اے پڑھی ہوئی بچیاں بھی تنقید کرنے لگیں ائمہ کرام پر جب کہ ہمارے سکول اور کالجوں کی تعلیم کا حال ہمیں معلوم ہے۔ تعلیم کے ساتھ جو ماحول ہے وہ بھی ہماری نظر میں ہے جو رزق ہم کھاتے ہیں وہ بھی ہماری نظر میں ہے' تو ان سب باتوں کو مد نظر رکھ کر یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔

> **عورت کا نماز کی امامت کرنے کا کوئی جواز نہیں ملتا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حرام ہے۔ نماز پڑھانے والی خاتون کی اپنی نماز بھی نہیں ہوتی جو ان کے پیچھے پڑھ رہی ہیں ان کی بھی نہیں ہوتی**

عورت کا نماز کی امامت کرنے کا کوئی جواز نہیں ملتا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حرام ہے۔ نماز پڑھانے والی خاتون کی اپنی نماز بھی نہیں ہوتی جو ان کے پیچھے پڑھ رہی ہیں ان کی بھی نہیں ہوتی۔ اس کا بھی ان لوگوں نے ایک نیا طریقہ نکالا ہے کہ خاتون آگے کھڑی نہ ہو بلکہ پچھلی صف کے درمیان میں کھڑی ہو' درمیان میں کھڑی ہو یا پیچھے کھڑی ہو' نماز کی قیادت تو کر رہی ہے ناں۔ سوال کھڑے ہونے کا نہیں ہے کہ آگے دو قدم کھڑی ہے یا دو قدم پیچھے کھڑی ہے' سوال یہ ہے کہ نماز کی قیادت تو کر رہی ہے تو صحابیات میں سے کسی نے نماز کی امامت نہیں کی' متقدمین میں سے کسی نے نہیں کی' آج کون سے فرشتے پیدا ہوگئے ہیں کہ وہ نماز کی امامت کرنے لگ گئی ہیں۔ یہ بے دینی کے نئے راستے ہیں جو دین کے نام پر نکالے جارہے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

علامہ اقبال سے کسی نے کہا تھا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ قرآن کی تفسیر لکھوں اور آدمی چونکہ بے دین تھا انہوں نے کہا تمہارا انتخاب لاجواب ہے ضرور لکھو۔ اس لئے کہ ہمارے زمانے میں یہ کتاب بالکل لاوارث ہے اور جو جی چاہو لکھو' کوئی پوچھنے والا نہیں اور کسی موضوع پر بھی لکھو گے تو ہزاروں لوگ گرفت کریں گے' اس پر جو منہ میں آتا ہے لکھ دو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ دین کے معاملے میں چونکہ دین کی کوئی سرکاری حیثیت ہے نہیں' دین کے پاس کوئی قوت نہیں ہے' دین کے پاس کوئی طاقت نہیں ہے اس لئے جس کے جو جی میں آئے کرے اور یہ لوگ جتنے اس طرح کے لوگ ہیں' نفاذ اسلام کے خلاف دراصل یہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنا اپنا الگ اسلام بنا رکھا ہے اور آپ دیکھ لیجئے جب کبھی بھی وقت آیا تو سب سے زیادہ مخالفت نفاذ اسلام کی وہ ملاں کریں گے جن کا پروفیشن اسلام بن چکا ہے' ذریعہ معاش بن چکا ہے وہ کریں گے' مفت کی کھانے والے پیر صاحبان کریں گے اور دین کے نام پر [illegible] مسلم [illegible] والے لوگ وہ [illegible]

کی نسبت زیادہ مخالفت کریں گے۔ بلکہ اب بھی وطن عزیز میں اگر اسلام کے نفاذ میں کچھ لوگ رکاوٹ ہیں تو وہ یہ لوگ ہیں۔ چونکہ یہ ایک سوال تھا اور میں سمجھا کہ یہ زیادہ اہم ہے اس پر بات کی جانی چاہئے۔

تو یہ یاد رکھ لیجئے کہ ہم تقلید کو نہ فرض سمجھتے ہیں نہ ضروری سمجھتے ہیں' لیکن ہماری رائے میں دین سمجھنے کے لئے ان لوگوں کی آراء کو ماننا آج کے کسی بندے کی رائے کو ماننے سے بہر حال بہتر ہے۔ ان کا علمی پایہ اس بات کا مستحق ہے' ان کا ورع تقویٰ اس بات کا مستحق ہے کہ ان کی پوری زندگی کی دینی کاوشیں اور ایک دنیا کا ان کی رائے پر اعتبار اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ ان کی بات کو وزن دیا جائے' مان لی جائے۔ یا پھر اپنے اندر کوئی اتنا علم پیدا کرے کہ وہ خود اجتہاد کرسکے۔ جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ آج بھی اگر کچھ ایسے معاملات پیش آتے ہیں جو طے شدہ نہیں ہیں' کوئی نئی صورت حال پیش آتی ہے تو علماء فیصلہ کرتے ہیں لیکن علماء ہمیشہ قرآن و حدیث کو' متقدمین کے طرز عمل کو' متقدمین کی آراء کو' ائمہ فقہ کی رائے کو' سب کو سامنے رکھ کر اس کا کوئی حل تلاش کرتے ہیں۔ تو دین چونکہ توارثاً" آیا ہے اس لئے ان کی رائے دین کے معاملے میں زیادہ مقدم رہی ہے۔ خطا کا ہو جانا' گناہ کا ہو جانا یہ انسانی فطرت ہے لیکن کسی گناہ کو نیکی بنالینا یہ ظلم ہے۔ گناہ کا ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ ہم انسان ہیں اور ہم سے خطا ہو جاتی ہے لیکن گناہ کو گناہ سمجھا جائے' اس کے جواز کی دلیلیں تلاش کرنے کی بجائے اس سے توبہ کا راستہ تلاش کیا جائے' اس سے خود کو بچانے کا طریقہ نکالا جائے اور جن گناہوں کو ہم دین کا رنگ دے لیتے ہیں' جواز بنا لیتے ہیں یہ تو بہت بڑا ظلم ہے۔

---

**ہمارے محترم میجر امین منہاس صاحب فوج کے میجر تھے وہاں سے آئے کچھ عرصہ مڈل ایسٹ چلے گئے گزارے کے پیسے وہاں سے مل گئے ہوں گے پھر آکر عالم بن گئے**

---

نماز عید کے لئے لوگ جمع ہو رہے تھے اور میدان میں یا عید گاہ میں جہاں عید کی نماز ہونا تھی ایک شخص اشراق کے نوافل پڑھ رہا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دیکھا تو انہوں نے کہا بھائی کیا کر رہے ہو؟ حضرت! اشراق پڑھ رہا ہوں۔ فرمایا! تمہارے جہنم جانے کے لئے تمہارا یہ عمل ہی کافی ہے۔ اس نے کہا میں نفل پڑھ رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ عید کے روز اشراق کے نوافل نبی کریم ﷺ نے نہیں پڑھے۔ عید کے روز فجر کی نماز کے بعد پھر عید کی نماز حضور ﷺ نے پڑھی ہے۔ اس میں اشراق کے نوافل نہیں پڑھے چونکہ بعد میں عید کی نماز پڑھنی ہوتی ہے اس کا وہی وقت ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے جو عمل نہیں کیا وہ تم کر رہے ہو۔ عبادات کی بھی اصل ہے اور سنت ہے اگر وہ اپنی طرف سے بنائی جائے' اپنی رائے سے بنائی جائے تو وہی جرم بنتا ہے بلکہ یہ بہت بڑا جرم بنتا ہے۔ اللہ کریم اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

عبادت کا مفہوم صرف یہ نہیں کہ اندھا دھند بندہ محنت کئے جائے اور راتوں کو جاگتا رہے اور دن کو سجدے کرتا رہے بلکہ ہر عبادت کا حضور ﷺ کے اتباع میں ہونا شرط ہے۔ قرآن نے تو کہہ دیا کہ نماز پڑھو' قرآن نے تو نہیں بتایا کہ فجر میں دو سنتیں ہیں' دو فرض ہیں' اور ہر فرض میں سورۃ فاتحہ پڑھنی ہے' رکوع کب کرنا ہے یا اس کے بعد کیا پڑھنا ہے' سجدے کتنے کرنے ہیں' رکعتیں کتنی ہیں یہ تفصیل تو نبی ﷺ نے بتائی اور سکھائی ہے۔ تو ہر عبادت کی اصل جو ہے وہ' وہ تب ہے جب سنت کے مطابق ہو اور سنت کو جاننے کے لئے ان لوگوں پر زیادہ یقین کے ساتھ اعتبار کیا جاسکتا ہے جو قریب تر ہیں۔ یا جو واقعی اہل علم ہیں ہماری طرح دو چار کتابیں پڑھ کر' کوئی مطالعہ کرکے بیٹھ جائے اور علم کا دعویٰ کرلے تو وہ سوائے گمراہ کرنے کے اور کچھ نہیں کرے گا۔

تو عبادات کے معاملے میں ان کی اصل کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اللہ کریم توفیق ارزاں کرے کہ بندہ سلف صالحین کا اتباع کرسکے کہ ان پر تنقید کرے۔

# عام آدمی اور نفاذ اسلام

**خطاب امیر محمد اکرم اعوان**

**مورخہ 98-1-24 دار العرفان منارہ**

اٹھائیسویں پارے میں سورۃ جمعہ کی ابتدائی آیات میں رب کریم اپنی عظمت' اپنی قدرت' اپنی رحمت اور اپنی کمال شفقت کا اظہار فرماتے ہیں کہ اللہ وہ ہے بعث فی الدین رسولا" جس نے من حیث القوم ان پڑھ قوم کی طرف اپنا رسول مبعوث فرمایا۔ خال خال لوگوں کا پڑھا لکھا ہونا اور بات ہے۔ من حیث القوم مجموعی حیثیت سے جو لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے من ہم ایسا نبی جو خود بھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا اور اس رسول امی لقب نے جس نے کسی انسان سے سیکھا نہیں' کوئی بات آپ کا حاصل مطالعہ نہیں' کسی کو پڑھا نہیں جب اس نے لب کشائی فرمائی تو تیلوا علیھم آیتہ تو کمال کی بات یہ ہے کہ وہ کسی انسان کی کہی ہوئی بات نہیں بتاتا' کسی قدیم دانشور کا حوالہ نہیں دیتا' کسی قدیم مصنف کی بات نہیں کرتا' کسی کیمیادان یا فلاسفر کی بات نہیں کرتا۔ جب بات کرتا ہے' جب لب کشائی فرماتا ہے تو اللہ کی بات بندوں کو سناتا ہے - تیلوا علیھم آیتہ جب وہ ارشاد فرماتا ہے تو زبان اس کی ہوتی ہے لب ہائے مبارک اس کے ہوتے ہیں لیکن بات اللہ کی ہوتی ہے۔ اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ کلام الہی سننے کے لئے ایک خاص طرح کا تقدس ضروری ہے۔ اگر وہ تقدس نہیں ہوگا تو کلام اثر نہیں کرے گا۔ جس طرح آئینہ اگر مکدر ہو اس پر مٹی لیپ دیں تو لاکھ سورج اس کے سامنے چمکتے رہیں اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا لیکن اس کو اگر صاف کردیں' کوئی آلودگی اس پر نہ رہے اس پر غبار نہ رہے تو جتنا جتنا سورج کے سامنے آتا جائے گا اتنی اتنی اس کی چمک بڑھتی جائے گی۔ اگر پورا سورج کے روبرو آجائے تو ایسا لگے گا کہ یہ بھی سورج ہے۔ یہی حال انسانی قلوب کا ہے جب ان پر کفرو شرک کی بد عملی' بدکاری' فسق و فجور کی' رزق حرام کی مختلف تاریکیاں چھا جاتی ہیں اور ایک کے اوپر دوسری تہہ چڑھتی چلی جاتی ہے تو ان پر کلام باری کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ فرمایا! اللہ کی عظمت یہ ہے کہ ایک ایسا عظیم رسول مبعوث فرمایا کہ جو اللہ کا کلام بندوں تک پہنچاتا ہے اور جو اپنا دل اس کے قدموں میں رکھ دے اسے ایسا پاک اور صاف کرتا ہے کہ اس میں کلام الہی کو سننے سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ تقدس' پاکیزگی اور تزکیئے کا وہ حال یا وہ سطح جو مطلوب ہے' اسے نصیب ہوجاتی ہے۔ ویزکیھم کلام الہی سناتا ہے اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ انہیں بتاتا ہے کہ یہ کلام ہے اور یہ حق ہے۔ حقائق بیان کرتا ہے آدم کے آنے سے پہلے کے بھی' تخلیق آدمیت سے پہلے کے بھی' آدمیت کے بھی' موت کے بھی' مابعد الموت بھی' حشرو نشر کے بھی' یہ سارے حقائق بیان کررہا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اللہ تمہیں اس سے باخبر کرنا چاہتا ہے لیکن تم اس کو تب سمجھ پاؤ گے' تمہارے دل پر یہ تب اثر کرے گا اگر تمہارا دل اس قابل ہو کر اس میں اللہ کا کلام جذب ہوسکے۔ پھر اس کے لئے کسی اور دروازے پہ نہیں بھیجتا کسی اور ادارے کا پتہ نہیں دیتا۔ کسی اور تکلف میں نہیں ڈالتا۔ وہ خود ہی وہ کام کردیتا ہے' تزکیہ کردیتا ہے اور جب تزکیہ نصیب ہوجاتا ہے تو پھر کلام الہی کے مفاہیم پر اپنی اجارہ داری نہیں رکھتا یعلمھم الکتب والحکمہ ہر آنے والے کو اللہ کی کتاب بھی تعلیم کرتا ہے۔ اور اس کے مفاہیم بھی' حکمت بھی' حکمت قرآن کی تفسیر ہے اور قرآن کی تفسیر ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا عمل' آپؐ کی سنت' آپؐ کے ارشادات۔ جو کچھ آپؐ نے فرمایا وہ قرآن کی تفسیر ہے جو عمل آپؐ نے کیا وہ قرآن کی تفسیر ہے آپؐ کے سامنے جو عمل کیا گیا اور حضورؐ نے اسے منع نہیں فرمایا یا اسے پسند فرمایا یہ سب قرآن کی تفاسیر ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے گزارش کی تھی کہ اللہ نے آپؐ کے لئے خلق عظیم کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ کہ آپؐ اخلاقیات کی بلندی پر فائز تھے تو کیا آپؐ کے اخلاقیات عالیہ میں سے کوئی بات

بطور نمونہ آپ ہمیں سنانا پسند فرمائیں گی تو انہوں نے فرمایا کان خلقہ القرآن میرے بتانے کی کیا ضرورت ہے قرآن بتا رہا ہے۔ قرآن پڑھنا شروع کر دو جو کرنے کو کہتا ہے وہ حضور ﷺ کیا کرتے تھے۔ جہاں سے رکنے کو کہتا ہے وہاں حضور ﷺ رک جایا کرتے تھے۔ آپؐ کے اخلاق حمیدہ جاننا چاہتے ہو تو قرآن پڑھو قرآن آپؐ ہی کے اوصاف بیان کئے جا رہا ہے

تو فرمایا کتاب الٰہی کو محض اپنی ذات تک رکھ کر اجارہ داری نہیں بناتا۔ آپ مذاہب عالم پر غور فرمائیں تو آپ دیکھیں گے کہ مذہبی رہنماؤں یا پیشواؤں کی ان کے مذاہب پر اجارہ داری ہے۔ اہل کتاب میں آپ دیکھ لیں یہودیوں کا پیشوا عام یہودیوں کو دین نہیں سمجھاتا۔ عام یہودی محتاج ہے اس کا۔ عیسائی کو دیکھ لیں وہ پوپ کا محتاج ہے۔ ہندو کو دیکھ لیں وہ برہمن کا محتاج ہے۔ ایک مخصوص طبقے کی اجارہ داری ہے ان کے مذہبی علوم پر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیکن میرا حبیب ﷺ جس کے پاس حق و صداقت ہے اور میرا کلام ہے وہ اس کلام پر اجارہ داری نہیں بناتا۔ اور ہر آنے والے کو اس کی حیثیت کے مطابق کتاب و حکمت تعلیم فرماتا ہے۔

یہاں ایک دفعہ بات چل رہی تھی کہ حکومت عربی کو لازمی کر دے' لازمی مضمون قرار دے دے اور اگر خدا انہیں توفیق دیتا' تقسیم ملک کے بعد انہوں نے صرف عربی کو لازمی قرار دیا ہوتا تو لوگ جو عربی پڑھ جاتے وہ قرآن کو بھی ضرور پڑھتے وہ نبیؐ کے ارشادات بھی ضرور پڑھتے اور یہ جو گھر گھر میں فرقہ بندی ہو رہی ہے کم از کم یہ نہ ہوتی لوگ از خود دین کو جان لیتے لیکن اللہ نے انہیں توفیق نہ دی تو چلو حکمرانوں کی' سیاستدانوں کی تو بات الگ ہے ایک اور کوشش ہوئی تھی کہ اول تو حکومت پر دباؤ ڈالا جائے اور اگر حکومت نہ کرے تو ایسے سکول بنائے جائیں جن میں عربی لازمی ہو اور وہ پرائیویٹ سیکٹر میں دوستوں کی منت سماجت کر کے کہیں نہ کہیں کسی طرح کھولے جائیں۔ تو اس کے لئے سوال یہ پیدا ہوا کہ کوئی ایسا نصاب تو پہلے مرتب کیا جائے جو حکومت کو بھی پیش کیا جائے کہ یہ لاگو کر دو یا اگر حکومت نہ کرے تو ہم خود پڑھانا چاہیں تو وہ نصاب کیا ہو تو اس سلسلے میں علماء کی خدمت میں حاضری ہوئی' دوستوں کو بھیجا' وفد گئے۔ بہت معروف مفتی صاحب' اللہ انہیں خوش رکھے تو وہ بہت بڑے ایک طبقے کی قیادت فرماتے ہیں تو کہنے لگے یہ تم کیا کر رہے ہو تم کس فضول کام میں لگ گئے ہو کیوں کہ عام آدمی اگر عربی پڑھ جائے گا تو ہماری حیثیت کیا رہے گی ہمیں کون پوچھے گا۔ اس بات کی نفی یہاں کر رہا ہے قرآن کہ میرا حبیبؐ اس پر اجارہ داری نہیں بناتا۔ کسی کے پاس پیٹ درد کا ایک نسخہ ہے وہ دوائی بیچتا ہے' نسخہ نہیں بتاتا۔ کوئی ایک چھوٹی سی چیز ایجاد کرتا ہے فوراً" اسے رجسٹرڈ کراتا ہے کہ میرا نسخہ کسی کو نہ جائے اس پر میں پیسہ کماؤں۔ میرا نبیؐ کوڈ آف لائف دیتا ہے۔ پوری زندگی کا نظام دیتا ہے' اور اس پہ اجارہ داری نہیں کرتا۔ کبھی نہیں چاہتا کہ قرآن صرف میں پڑھوں' لوگ نہ جانتے ہوں' عام آدمی کو نہ بتایا جائے۔

میں سان فرانسکو میں تھا تو وہاں ایک پیر صاحب کے خلیفہ مجاز ہوتے تھے وہ بڑے زور سے یہ تبلیغ کرتے تھے کہ قرآن کا ترجمہ مت پڑھنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور اپنا حال یہ تھا کہ ایک ہوٹل میں قیام کرتے تھے جس میں انہیں غالباً" دو ڈالر اور کوئی پچاس پیسیز ملتے تھے روزانہ کے۔ تو ہوٹل والوں نے ان سے کہا بھائی ہمارے سارے سٹاف میں صرف آپ ایک آدمی داڑھی والے تم ہو۔ اگر تم داڑھی کٹا دو تو ہم تمہارے ڈیلی الاؤنس میں دس پینی بڑھا دیں گے اور تجھے دو ڈالر ساٹھ پینیاں دیں گے اس نے داڑھی صاف کرا دی دس پنی روزانہ کے لئے۔ اس نے داڑھی منڈوا دی اور پھر ہوٹل والوں نے بھی نکال دیا۔ جب پھر میں وہاں گیا تو پھر داڑھی دوبارہ اگا رہے تھے اور چھوٹی چھوٹی اگی ہوئی تھی تو میں نے کہا حضرت یہ ساری سفید داڑھی اس بزرگی میں اتنی چھوٹی کیوں ہے تو لڑکوں نے بتایا کہ یہ بے چاری تو رخصت ہو گئی تھی دس پینی میں۔ اب پھر آ رہی ہے یعنی جو اس سطح کے لوگ ہیں کہ دس پینی میں جن کا ایمان خریدا جا سکتا ہے وہ بھی یہ چاہتے ہیں کہ انہیں جو دو مسائل یاد ہیں یا دو آیات کا ترجمہ آتا ہے یہ ان تک رہے لوگ ان سے پوچھنے آئیں۔ وہ اس پر پیر یا بزرگ یا عالم یا مفسر بن کر بیٹھے ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں میرے حبیبؐ کا کرم دیکھو جاہلوں کو فاضل بنا دیا' چوروں اور ڈاکوؤں کو عادل بنا دیا' خانہ بدوشوں کو روئے زمین کا شہنشاہ اور سلطان بنا دیا۔ اور کسی سے کچھ نہیں

لیا۔ کسی سے بدلے میں کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ اللہ کا پیغام پہنچاتا ہے بندوں تک۔ مجاہدے خود کرتا ہے محنتیں خود کرتا ہے ساری ساری رات خود کھڑا رہتا ہے۔ قدم مبارک متورم ہو جاتے ہیں اور آنے والا ایمان لائے تو ایک نگاہ میں اس کا تزکیہ کر دیتا ہے۔ نزول قرآن اور اعلان نبوت کے لئے روئے زمین کے کفر کا مقابلہ کرتا ہے۔ طعنے سنتا ہے ایذا برداشت کرتا ہے تکلیف اٹھاتا ہے۔ لیکن آنے والے کو بغیر کسی تکلف کے وہ قران تعلیم کر دیتا ہے۔ اس کے مفاہم تک تعلیم کر دیتا ہے یعلمهم الکتب والحکمته

اور ایسے لوگوں کو یہ لٹا رہا ہے جو خود بھی جانتے تھے کہ ہم راہ گم کردہ لوگ ہیں۔ یعنی کچھ تو غلط فہمی ہوتی ہے کسی کو وہ کرتو غلطی رہا ہوتا ہے گمراہ ہوتا ہے لیکن اسے غلطی یا دھوکہ لگ رہا ہوتا ہے کہ میں حق پر ہوں میں صحیح جا رہا ہوں فرمایا یہ تو گمراہی کی ان حدوں پر تھے کہ یہ خود جانتے تھے کہ ہم گمراہ ہیں ہم جو کر رہے ہیں یہ غلط ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کا کرم اپنے عہد کے لوگوں تک ہی محدود نہیں ہے' روئے زمین پر بنی آدم کہاں تک پھیلا ہوا ہے اس کی تعداد کتنی ہے اور وہ کن کن الجھنوں میں کن کن گمراہیوں میں کن کن تاریکیوں اور ظلمتوں میں اسیر ہے۔ کتنی دلدلوں میں پھنسا ہوا ہے۔ بہت بڑا کام تھا کہ اس عہد کے راہ گم کردہ انسانوں کو اولاد آدم کو واپس شرف انسانیت سے نوازا جاتا راہ ہدایت پر لایا جاتا فرمایا نہیں صرف یہی نہیں بلکہ واخرین بلکہ یہ تو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے' قیامت تک آنے والی بنی آدم کے لئے یونہی خزانے لٹاتا رہے گا۔ صرف وہی لوگ نہیں جو آپؐ کے سامنے ہیں یا جو آپؐ کے ہم عصر ہیں' جو آپؐ کے عہد مبارک میں ہیں یا جو آپؐ کے ملک یا وطن میں ہیں' نہیں بلکہ روئے زمین پر بسنے والے وہ لوگ بھی جن کا ابھی تک نام و نشان نہیں ہے' وہ لوگ جو ابھی تک شکم مادر میں نہیں ہیں سلب پدر میں نہیں ہیں ابھی تک ان کے اجزاء زمین پر بکھرے پڑے ہیں جنہیں ابھی تک کوئی جانتا ہی نہیں کہ کس مٹی میں کتنے وجود ملے ہوئے ہیں' جن کے ذرات کہاں کہاں منتشر ہیں' وہ اپنے وقت پہ جمع ہوں گے پھر وہ انسان بنیں گے دنیا میں انہیں بلوغت نصیب ہوگی عقل و شعور نصیب ہوگا تب ان تک بھی میرے نبی ﷺ کی برکات پہنچیں گی۔ ان کے لئے بھی منبع ہدایت صرف یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔

ان کے لئے بھی راہ ہدایت آپؐ ہی کی مقرر کردہ راہ ہوگی اور ان کے لئے بھی سامان ہدایت حضورؐ ہی کے نقوش کف پا ہوں گے فرمایا وهو العزیز الحکیم اللہ ایسا ہی طاقت ور ہے' وہ ایسا ہی قادر ہے کہ اتنا عظیم رسولؐ مبعوث کرے اور وہ ایسا ہی قادر ہے کہ اتنے علوم کے خزانے انڈیل دے اس میں' وہ ایسا ہی کریم ہے کہ اپنے رسولؐ کے مزاج میں بھی اتنا کرم سمو دے' اسے رحمت مجسم بنا دے' فرمایا! یہ سارے کمال عظمت اس پہ دلالت کرتے ہیں کہ وہ کتنا حکیم ہے وہ دانا تر ہے۔ وہ تمام رازوں سے خوب آگاہ ہے اسے پتہ ہے کہ کون سا کام کس طرح کرنا ہے۔

آنے والے وقت کا تقاضا ہی یہی تھا۔ آج منکشف ہوا ہے ناں ہم پر جب عہد حاضر کی اس انیسویں صدی کے آخری پچاس سالوں میں۔ 1950ء کے بعد ہی بیسویں صدی کے آخری پچاس سالوں میں دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ صورت حال ڈیویلپ ہونا شروع ہوئی کہ ایسی سواریاں ایجاد ہوئیں ایسے راستے بنے' ایسے روٹ بنے دس بیس سالوں میں دنیا ایک گلوبل ولیج بن گئی۔ اور ساری دنیا جس طرح لوگ ایک محلے سے دوسرے محلے میں جاتے ہیں اب اس طرح سے لوگ ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاتے ہیں۔ ایسے لوگ ہیں ہمارے ایک دوست ہیں کراچی کے تو وہ اکاؤنٹس کا کام کرتے ہیں۔ ان کے پاس برطانیہ کی فرموں کے کام ہیں' ان کے پاس امریکہ کی فرموں کے کام ہیں' یورپ کے دوسرے ممالک کے ہیں اور جاپان کے بھی ہیں' پاکستان کے بھی ہیں تو وہ بندہ وہ چکر ہی لگاتا رہتا ہے آج وہاں جا رہا ہے کل وہاں جا رہا ہے۔ لاہور کے وکیل بھی میں نے ایسے دیکھے ہیں کہ مقدمہ انگلینڈ میں ہوتا ہے وہ لے لیتے ہیں اور یہاں سے جا کر پیشیاں بھگتتے ہیں۔ تو یہ صورت حال تب نہ تھی۔ لیکن اللہ جانتا ہے کہ جو صورت حال چودہ سو سال آنے والی تھی اس کا جواب بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں رکھ دیا۔ آج اگر پانچ چھ براعظموں میں پانچ چھ الگ الگ نبوتیں ہوتیں تو عمل کرنا ممکن نہ تھا کہ ایک بندہ سارے براعظم پھر جاتا ہے' کس کس شریعت پر عمل کرتا۔ آج کی ضرورت تھی کہ روئے زمین پر ایک ہی شریعت ہوتی کہ کوئی جہاں جاتا وہی حلال و حرام وہاں ہوتا' وہی طریق عبادت

ہوتا' وہی ایک قبلہ ہوتا' وہی رکعت کی تعداد ہوتی' وہی طریق رکوع و سجود ہوتا۔ اگر مسائل و احکام اور شرائع جدا جدا ہوتے' نبی مختلف ہوتے تو آج تو وہ قابل عمل ہی نہ رہتا۔ بندہ کس کس نبی کا دین سیکھتا؟ کہاں کہاں جاتا؟ اس کا تدارک اللہ نے صورت حال پیش آنے سے چودہ سو سال پہلے فرمایا وھوالعزیز الحکیم وہ مالک بھی ہے اور وہ خوب جانتا ہے وہ دانا ہے کونسا کام کہاں کرنا ہے۔ اس کی کیا ضرورت ہے اس کا کیا فائدہ ہے؟ لہٰذا اس کے قیامت تک آنے والے نبی آدم کے لئے اپنی بارگاہ کا ایک ہی دروازہ رکھا اور وہ ہے ذات اقدس محمد رسول اللہ کا۔

حضرت مولانا اللہ یار خانؒ ایسی باتوں کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے کہ جتنے دروازے بارگاہ الٰہی میں جاتے تھے سب بند ہوگئے۔ اب صرف ایک راستہ ہے اور وہ ہے اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کا اور کوئی دوسرا راستہ اللہ کی بارگاہ میں نہیں پہنچتا۔

فرمایا اللہ کا کرم ہے اور وہ ایسا ہی کریم ہے جسے دیتا ہے اس پر ایسے ہی انعامات کی بارش کرتا ہے۔ اس لئے کہ واللہ ' ذوالفضل العظیم کہ وہ واقعی بہت بڑے کرم کا مالک ہے۔ یعنی دیکھ اس نے ایسا جامع الصفات' ایسا بے مثال و بے نظیر' اتنا عظیم رسولؐ مبعوث فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے عظیم رسولؐ کے مزاج میں یہ بات رکھ دی کہ وہ ایک بوریا نشیں سے بھی اسی کرم سے بات کرتا ہے جس رحمت سے کسی سلطان سے بات کرتا ہے۔ اس کی بارگاہ میں بے کس و بے نوا بھی اسی طرح باریاب ہے جس طرح کوئی بڑا عالم و فاضل' بہت بڑا بزرگ اور مقدس آدمی۔ وہ بارگاہ سب کے لئے کھلی ہے' سب کا تزکیہ فرماتا ہے اور ہر آنے والے کو قرآن اور اس کی تفاسیر کے خزانوں سے مامور کر دیتا ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ اہل کتاب وہ خواہ یہود تھے' خواہ عیسائی تھے بعثت سے پہلے سارے حضورؐ پر ایمان رکھتے تھے۔ تورات میں بھی حضور کے اوصاف موجود تھے۔ انجیل میں بھی موجود تھے' قرآن فرماتا ہے جب ان کا کسی کافر قوم سے مقابلہ آتا تو آپؐ کے وسیلے سے دعائیں کرتے تھے کہ اے اللہ اس کی وساطت سے جو تیرا نبی مبعوث ہونے والا ہے' جو خاتم الانبیاء ہوگا' جو آخر الزمان نبی ہوگا اس کا واسطہ دیتے ہیں' ہمیں کافروں پر فتح دے۔ اتنا اعتقاد تھا سب کو اور وصیت کرتے تھے اولادوں کو کہ اگر ہم مرجائیں' وہ نبیؐ مبعوث ہو تو نبی آخر الزمان ہوگا اور اس کا ساتھ دینا۔

لیکن جب حضورؐ مبعوث ہوئے تو جھگڑا صرف یہ پیدا ہوگیا کہ ابراہیمؑ سے لے کر حضرت یعقوبؑ پھر حضرت اسحٰقؑ پھر حضرت یعقوبؑ اور یوسفؑ اور پھر وہاں سے لے کر عیسیٰؑ تک سارے نبی اسی خاندان سے آئے بنو اسحٰق سے پیدا ہوئے' اولاد ابراہیمؑ سے آئے اور سارے کے سارے حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی اولاد میں سے تھے جسے بنی اسرائیل کہا گیا اور یہود بھی اور نصاریٰ بھی دونوں بنی اسرائیل میں سے تھے۔ جب حضورؐ مبعوث ہوئے تو یہ بنو اسماعیلؑ میں سے تھے۔ اس بات پر ان کا پارہ گرم ہوگیا کہ ہمیشہ رسول اور نبی بنی اسرائیل میں سے آئے اب ہم بنو اسماعیل کے بندے کو آخر الزمان مان لیں؟ ہم نہیں مانیں گے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں ان کے پاس تورات و انجیل بھی تھیں۔ انہوں نے ازبر بھی کر رکھی تھیں یہ پڑھتے بھی تھے۔ ان لوگوں کی مثال جن کے پاس تورات و انجیل اور خاص کتابوں کا علم ہے لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے گدھا ہو اور اس پر بہت سی کتابیں لاد دی جائیں۔ آیات قرآنی کا نزول تو مخصوص ہوتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے۔ آیت تو یہود و نصاریٰ کے اس کردار پر نازل ہوئی جو انہوں نے نبیؐ کے ساتھ روا رکھا کہ کتاب کو جانتے تھے اس کی پیش گوئیوں پہ یقین تھا۔ حضورؐ کی تشریف آوری پہ ایمان رکھتے تھے' آپؐ کی عظمت کے' ختم نبوت تک کے قائل تھے لیکن جب آپؐ مبعوث ہوئے تو ان پر ایمان نہ لائے تو وہ ساری تعلیم و حکمت ایک طرف اور اس کے ساتھ ایمان کا دعویٰ بھی ہے۔ انکار نہیں کرتے کہ ہم ان کتابوں کو نہیں مانتے ان کو مانتے ہیں لیکن آپؐ کو نہیں مانتے۔ تو قرآن نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا اپنے مطلب کی باتیں کتاب سے مان لیتے ہو اور جو دل کو نہیں لگتی اس کا انکار کردیتے ہو۔ بڑا ظلم کیا یہود و نصاریٰ نے لیکن اگر کوئی آپؐ کو رسول ماننے کے بعد' قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے کے بعد' آپؐ کے اور قرآن کے دیئے ہوئے نظام کا انکار کردے تو بات بڑھ جاتی ہے اس سے۔ انہوں نے قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانا تھا۔ نبیؐ کو رسولؐ نہیں مانا تھا موسیٰؑ کو رسول مانا عیسیٰ کو رسول مانا تورات و انجیل کو اللہ کی کتاب مانا قرآن کا انکار کیا' اس پر عمل کرنے سے انکار کردیا۔ لیکن جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول

مانا' قرآن کو کتاب مانا اور پھر اس کے نظام سے انکار کرتا ہے' یہود و نصاریٰ سے بدتر ظالم ہے۔ اس کا جرم بڑھ جاتا ہے اور ان کے اس جرم پہ کیا فرد جرم عائد ہوتی ہے؟

اللہ کریم فرماتے ہیں بدترین ہیں یہ لوگ زمین پر بدترین بوجھ ہیں۔ یہ میری مخلوق میں ذلیل ترین لوگ ہیں۔ یہ جنہوں نے میری آیات کا انکار کر دیا۔ اس کی سزا یہ ہے کہ ہدایت کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ اس کے نتیجے میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے برباد ہو جاتا ہے اور جہنم رسید ہو جاتا ہے کہ باقی ساری سزائیں اس سے کم ہیں۔ یہ بہت بڑی سزا ہے کہ کسی سے توفیق ایمان ہی سلب ہو جائے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ اچھے بھلے گھروں میں' خوش عقیدہ گھروں میں' علمی گھروں میں چلہ بندے ہیں تو چار نئے مذہب پیدا ہو گئے۔ بیوی کا مسلک اور ہے' میاں کا اور ہے' باپ کا جدا ہے' بیٹی کا جدا ہے' بھائی کا الگ ہے' دوسرے کا الگ ہے' اتنی گمراہی آگئی کہ ایک گھر میں ایک مذہب کا گزارہ نہیں۔ وہی حال جو حضورؐ کی بعثت سے پہلے تھا۔ ایک گھر کے دس کافر کسی ایک بت پہ متفق نہیں ہوتے تھے' اکثر تو دس بت الگ الگ ہوتے تھے نہیں تو پانچ سات ضرور ہوتے تھے۔ سارے ایک بت پہ متفق نہیں ہوتے تھے۔ ہر ایک نے اپنی جیب میں اپنا الگ بت ڈالا ہوا ہوتا تھا بلکہ بڑے عجیب واقعات ملتے ہیں سیرت کی کتابوں میں کہ ایک شخص کے مسلمان ہونے کا سبب ہی یہی بنا کہ اس کی جیب میں اپنا بت تھا۔

شہر سے باہر سفر پر تھا یا مویشی چرا رہا تھا' کہیں باہر تھا تو اسے پیشاب کی حاجت ہوئی تو اس نے بت نکال کر رکھ دیا کہ میں رفع حاجت کر کے اٹھالوں گا اسے۔ بے ادبی سمجھی اس نے بت کی کہ اب میں پیشاب کرنے بیٹھوں اور بت جیب میں ہو تو یہ تقدس کے خلاف بات ہوگی۔ تو اس کے ساتھ کتا بھی تھا وہ شخص کہیں جھاڑی کی اوٹ میں پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔ کتے کی عادت ہوتی ہے اس نے وہ پتھر سا رکھا دیکھا اس کے گرد وہ گھوما پھرا' سونگھا اسے اور اس پر پیشاب کر دیا۔ تو وہ جب واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس پر کتا پیشاب کر رہا ہے' اس نے کہا یار اگر خدا ہوتا' میں نے تجھ سے اتنا شرم کیا کہ میں تجھے رکھ کر الگ ہو گیا لیکن تجھ پر کتا پیشاب کر رہا ہے تو اسے منع نہیں کر سکتا۔ میں تیرا بوجھ کیوں اٹھائے پھروں۔ جب تو اپنے لئے اتنا نہیں کر سکتا کہ اس کتے کو روک دے کہ تجھ پر پیشاب نہ کرے تو میرے کیا کام آئے گا۔ میں جاتا ہوں محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس۔ میں نے دیکھ لی تیری خدائی اور اس نے یہ سارا واقعہ آکر بارگاہ رسالت میں عرض کر دیا۔ حضورؐ مسکرائے تبسم فرمایا کہ صحیح دلیل پکڑی ہے تو نے۔ اس نے کہا جی کتے کو تو منع نہیں کر سکتا۔ حال یہ تھا کہ ہر بندہ اپنا بت الگ لئے پھرتا تھا۔

آج ہم اپنے دعویٰ اسلام اور متضاد اعمال کے سبب اس سزا کی زد میں ہیں اگر ہمیں خدا سمجھ دے شعور دے' فکر دے' تو آج ہم اپنے گھروں میں' اپنے خاندان میں' اپنے ملک میں' اپنے شہر گاؤں محلے میں' یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ایک گھر میں پانچ بندے ہیں پانچ ہی مذہب ہیں۔ ہر آدمی نے اپنا الگ الگ بت بنا لیا ہے۔ یہ اس جرم کی سزا ہے کہ جو اللہ کی کتاب کو اللہ کی کتاب تو مانے' اللہ کے نبیؐ کو تو مانے لیکن پھر ماننے کے باوجود یہ کہے کہ میری زندگی تو میری اپنی ہے۔ میں اپنی پسند سے جیوں گا۔ یہی تو انکار ہے۔ ماننا تو یہ ہے کہ پھر اپنی ساری عقل و خرد' اپنی فکر' اپنا شعور حضورؐ کے قدموں میں رکھ دے۔ تو فرمایا ایسے لوگوں کو سزا یہ ملتی ہے ایسا ظلم کرنے والوں کو کہ پھر اللہ ہدایت نہیں دیتا اور ہمارا آج یہ حال ہو چکا ہے کہ مجھے حیرت ہوتی ہے ہمارے اہل علم بھی علماء حضرات بھی بے شمار تجویزیں پیش کرتے ہیں کہ عدالتوں میں کڑی سزائیں دی جائیں' جی پولیس کو طاقتور بنایا جائے' فلاں کیا جائے فلاں کیا جائے' یہ کوئی نہیں کہتا کہ سیدھا سیدھا اسلام کیوں نہ نافذ کر دو۔ کیوں نہ شرعی قوانین نافذ کردو' حقوق و فرائض کا تعین وہ کیوں نہ لوگوں کو بتا دو جو اللہ نے ان کو حق دیا ہے' جو دین نے ان کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ سارے مرض کا علاج صرف اسلام ہے۔ اور بڑے بڑے عجیب تماشے کئے جاتے ہیں۔ یہاں جب جنرل ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں کچھ باتیں ہوتی تھیں نفاذ اسلام کی تو دو باتیں جنرل صاحب کو بڑے وثوق کے ساتھ بتایا کرتے تھے اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ باتیں بھی مولوی ہی کرتا ہے اور جو کسر مولوی سے رہ جائے وہ اس عہد کا دانشور پوری کر دیتا ہے۔ تو دو باتیں غالباً آپ نے بھی سنی ہوں گی جنرل صاحب نے تقریر میں بھی دہرائیں ایک تو یہ کہ جی اسلام میں تدریج ہے تیئس برس میں قرآن نازل ہوا تھا۔ فوراً ایک دن لاگو نہیں کیا جا سکتا ایک یہ بات دہرائی آپ نے اور ایک یہ کہا کرتے تھے کہ جی ماحول سازگار نہیں ہے۔ ماحول سازگار

ہو لوگوں کی فکر درست ہو لوگوں کی تربیت کی جائے تب ہو سکتا ہے تو میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اسلام کے نزول میں تدریج ہے' نفاذ میں نہیں ہے۔ اگر تیئس برس اسلام نازل ہوتا رہا اور ایک ایک حکم نافذ ہوتا رہا تو تیئس برس بعد جو مسلمان ہوا تو پھر کیا اسے پھر تیئس برس دیئے گئے۔ ایسا نہیں ہوا بلکہ جتنا اسلام تیئس برسوں میں نازل ہو چکا ہوتا تھا جو ایمان لاتا تھا وہ سارے کا سارا ہی یہ نافذ ہو جاتا تھا اور جب تیئس برسوں بعد مکمل ہو گیا تو جیسے ہی کسی نے کلمہ پڑھ کر اسلام میں قدم رکھا سارا اسلام اس پر لاگو ہو گیا۔ اسلام کے نزول میں تدریج ہے وہ وقت بیت گیا نفاذ میں تدریج نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی جواز ہے' دوسری بات کہ ماحول درست ہو تو اسلام دوا ہے اور ماحول مریض ہے۔ اب یہ کہاں کی عقل مندی' کہاں کی دانشوری ہے کہ آپ کہتے ہیں مریض ذرا صحت مند ہو جائے پھر اسے دوائی کھلائیں گے۔ بھائی! آپ کی دوائی کی کیا ضرورت ہے اگر وہ اس کے بغیر صحت مند ہو جائے۔ معاشرہ مریض ہے' معاشرے میں دہشت گردی ہے' قتل و غارت گری ہے' چوری ہے' ڈاکہ ہے' برائی ہے' بدکاری ہے بے راہ روی ہے' یہ مرض ہے معاشرے کا۔ اسلام ان سارے امراض کی قطعی اور یقینی دوا ہے۔ آپ کہتے ہیں جب بیمار ٹھیک ہو جائے اسے دوا کھلائیں گے پھر اسے دوا کی کیا ضرورت ہے۔ تو یہ سارے عذر اور بہانے تھے عمل نہ کرنے کے اور اس طرح کے مولوی جنہیں اصطلاح میں علماء سو کہا جاتا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے کہا تھا حضرت مولوی بڑا چور ہو گیا ہے تو انہوں نے فرمایا مولوی تو مولوی ہے چوروں نے داڑھیاں رکھ لی ہیں۔ ایک طبقہ ہے جو پیشے کے اعتبار سے چور ہے اور انہوں نے دین میں پناہ لے رکھی ہے۔ ان کا کام لوگوں کی کمائی پہ ہاتھ صاف کرنا ہے۔ نکما بیٹھ کر عیش کرنا' موج اڑانا ہوتا ہے۔ وہ دین کے کچھ نہیں لگتے۔ کہا تو انہیں بھی عالم ہی جاتا ہے مگر شرعی اصطلاح میں ان کا نام علماء سو رکھا جاتا ہے کیونکہ عالم وہ ہے جو دین پھیلاتا ہو' جو لوگوں کو ہدایت کی طرف لاتا ہو' جو لوگوں کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے دروازے تک لاتا ہو اور جو لوگوں پر بوجھ نہ ہو' ان سے اجر کی امید نہ رکھتا ہو' ان کی کمائی پر نہ پلتا ہو۔ اس طرح کے جو علماء سوٗ پیشہ ور لوگ جن کا پیشہ دین ہے انہوں نے یہ باتیں حکمرانوں کو سکھائیں۔ حکمرانوں کو بڑی پسند آئیں کہ مسلمان کے مسلمان بھی رہو اور موج بھی کرو۔ رات کو پی اور صبح کو توبہ کر لی' رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔ حکمرانوں کو بھی یہ باتیں پسند آتی ہیں تو یہ دونوں طبقے مل کر ایک عام آدمی کو جو ان کا پیروکار ہے تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھیں' قیامت کو جو باتیں ہوں گی قرآن نے آج بتا دی ہیں۔ عام آدمی وہاں کہے گا یا اللہ ہمیں تو ہمارے ان بڑوں نے' ہمارے ان بزرگوں' دانشوروں اور سرکاری مولویوں اور حکمرانوں نے' وزیروں اور منسٹروں اور اسمبلی کے ممبروں نے مروا دیا۔ ہم تو ان کے پیچھے چلتے رہے اور وہ کھڑے ہو کر کہیں گے میدان حشر میں کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ کیا ہم نے تمہیں پکڑ کر کھینچا تھا؟ اگر ہم غلط جا رہے تھے تو تم غلطی نہ کرتے۔ تم کیوں پیچھے چلتے تھے؟ تو ارشاد ہو گا کہ یہاں اب مت جھگڑو۔ دونوں کو میں رجا دوں گا۔ دونوں پہ اتنا عذاب ہو گا کہ کمی کسی کے ہاں نہیں رہے گی اب جاؤ وہیں جہنم میں جاؤ یہ ہم نے جو بھیڑ چال اپنا رکھی ہے جی چلو خیر ہے ہم تو عام آدمی ہیں' ہم آدمی نہیں ہیں' ہم مسلمان ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں۔ ہم اتنے ہی مکلف ہیں قرآن و حدیث پہ عمل کرنے کے جتنا کوئی بڑا لیڈر یا پیر یا مولوی یا حکمران ہے۔ اس معاملے میں ہم عام آدمی نہیں ہیں۔ ایک ایک بندے کو اللہ مخاطب کرتا ہے۔ ایک ایک قلب کو مطہر کرتا ہے اللہ کا رسولؐ ایک ایک بندے سے بات کرتی ہے اللہ کی کتاب اور ایک ایک انسان کی تربیت فرماتا ہے اللہ کا رسولؐ آقائے نامدار۔ برکات نبوتؐ بھی ہر ایک کے لئے ہیں اور رحمت الٰہی بھی ہر ایک کے لئے ہے۔ اس لئے ہم عام آدمی نہیں ہیں۔ اس لئے ہر بندہ خاص بندہ ہے اللہ کا۔ لوگوں کے لئے عام ہو' اللہ کی بارگاہ میں اس کا اپنا بندہ ہے اور نبی کا امتی ہے۔ ذاتی طور پر بندے کا اپنے طور پر تعلق ہے محمد رسول اللہ کے ساتھ۔ لہٰذا کوئی بندہ عام بندہ نہیں ہے کہ جسے چھوڑ دیا جائے یا خود کو کوئی شمار کر لے جی ہمارا کیا ہے۔ ہم عام آدمی نہیں ہیں۔ ہم اللہ کے بندے اس کے نبیؐ کے امتی ہیں۔ اسلام ہماری شناخت ہے۔ اللہ ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس نصیب فرمائے ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے توفیق عمل عطا فرمائے۔ (آمین)

# پیغام راہ سلوک کے مسافروں کے نام

امیر محمد اکرم اعوان

ماخوذ "المرشد" نومبر 1986ء

زندگی کا ٹیڑھا میڑھا راستہ نصف صدی سے کچھ زائد پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ نشیب و فراز سے پر اور سینکڑوں خطرناک موڑوں والا راستہ۔ اف اللہ! کتنا تھکا دینے والا راستہ ہے۔ حیرت ہے ہم کیسے گزر آئے

کتنے دوستوں نے' کتنے عزیزوں نے ہمارے ساتھ سفر حیات اختیار کیا۔ مگر وہ اب ہمارے ارد گرد نہیں ہیں..... کھو گئے راستے کے پیچ و خم میں' جو ہمارے آگے تھے وہ بھی گزر گئے مگر انہیں تو گزرنا ہی تھا۔ ایسے ایسے حسین چہرے جو ہمارے بعد اس وادی میں اترے' ہم نے انگلی پکڑ کر انہیں چلنا سکھایا --- وہ کہاں ہیں؟؟ ان میں سے کتنے ہیں ہمارے ساتھ؟ تھوڑے سے۔ یہ تو نئے مسافروں نے خانہ پری کر رکھی ہے۔ ورنہ کتنا بڑا خلا پیدا ہو جاتا۔ اور نہ جانے ہماری کیا کیفیت ہوتی..... شاید ہم پاگل ہو چکے ہوتے۔ اللہ کریم کا شکر ہے کہ ان نو واردوں کی معصوم مسکراہٹوں اور شرارت سے یکسر خالی شرارتوں کو ہمارے سہارا بنا دیا لیکن رستے کی ہولناکیاں ان کی بھی تاک میں ہیں۔ کیا جانیں کس کو کب اچک لیں' کوئی خبر نہیں۔

یہ جانے والے کیا ہوئے؟ کتنے پیارے' کتنے محبوب تھے ہمیں۔ اب ان کی مٹی کیوں ہمارے قدموں کی آہٹ کو ترس گئی ہے۔ ان کی قبریں ہماری بے رخی پر خاک بسر ہیں۔ آخر کیوں؟ کبھی سوچا آپ نے؟ شاید اس لئے کہ وہ ہمیں بجز داغ مفارقت کچھ دے نہیں سکے۔ اور داغ مفارقت آگے منتقل نہیں ہوا کرتا۔ جس دل میں ہو وہاں جب کبھی مزید خراش لگتی ہے تو رسنے لگتا ہے۔ ورنہ مرور زمانہ کے نیچے دبا رہتا ہے اور پھر ساتھ قبر میں دفن ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ موت ایسی موت' یہ بیکسی و بیچارگی کی موت! اللہ کریم اس سے پناہ میں رکھے۔ آمین!! میں یہ موت نہیں مرنا چاہتا۔ اسی لئے تو آپ کو یعنی تمہیں آواز دے رہا ہوں..... میرے پاس ایک دولت ہے۔ ایک نعمت' بہت ہی کمیاب' اگر نایاب کہہ لو تو بھی حرج نہیں۔ ایک ایسی دولت جو قابل انتقال ہے اور نا قابل فراموش بھی۔

راہ حیات کی ایک طویل مسافت یعنی ربع صدی کا لمبا راستہ ان کی گرد پا میں کاٹا۔ کمال ہے گرد میں تو اندھیرا ہوتا ہے' دھندلا پن ہوتا ہے' مگر یہ روشن روشن تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی اور میٹھی میٹھی روشنی' راستہ روشن' آنکھیں روشن' دل روشن اور ماحول روشن ایک کسک' ایک میٹھا میٹھا درد لئے

کہتے ہیں' ہر شخص کے جذبات اپنے ہوتے ہیں' نہ چھینے جاسکتے ہیں' نہ فنا کئے جاسکتے ہیں۔ اور نہ کوئی دوسرا اپنے جذبات کسی پر مسلط کر سکتا ہے' مگر ایسا نہیں ہے۔ یہ ایسے لوگوں کی رائے نظر آتی ہے جس کی نگاہ صرف اپنے گرد و پیش پر اٹک گئی ہے اگر کچھ دور دیکھتے تو انہیں یہ رائے بدلنا پڑتی کہ اس راہ حیات میں کچھ مسافر ایسے بھی تھے' جنہیں منزل مل گئی۔ اور جہاں جہاں ایسی ہستیوں نے رہ حیات کو چھوڑا وہیں اس راستے کے سنگ میل بنتے چلے گئے اور یہی اس راستے کی پیمائش بھی تھے۔ اور پہچان بھی...... میں نے بھی ایک سورج کو سر مقتل پایا تھا' اس کی روشنی' اس کی گرمی اور اس کا رقص بسمل اسی راہ پر' "ہاں یقیناً" اسی راستے پر جس کی تاریکی اور سخت موڑوں نے ہجوم خلق کو تھکا دیا ہے۔ جس کے اتار چڑھاؤ مسافروں کے حوصلے چھین لیتے ہیں۔ اسی راہ پر جس نے اسے ہوش و جذبہ لٹاتے دیکھا۔ راہ حیات کی ایک طویل مسافت یعنی ربع صدی کا لمبا راستہ ان کی گرد پا میں کاٹا۔ کمال ہے گرد میں تو اندھیرا ہوتا ہے' دھندلا پن ہوتا ہے' مگر یہ روشن روشن تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی اور میٹھی میٹھی روشنی' راستہ روشن' آنکھیں روشن' دل روشن اور ماحول روشن ایک کسک' ایک میٹھا میٹھا درد لئے

ہوئے' ایک سوز اور تپش جس میں جلنا مزہ دے رہا ہے۔ ہم نے دنیا کے صحرا میں قتل خورشید کا منظر ہی نہیں دیکھا بلکہ اس کی کرنوں سے نئے خورشید پھوٹتے دیکھے ہیں۔ جیسے وہ سورج جو اپنے پیچھے چودھویں کا چاند لئے ہوئے ہوتا ہے' جب ڈوبتا ہے تو کرنیں سمیٹ نہیں لیتا بلکہ تب تک تاریکی سے برسرپیکار رہتا ہے جب تک ماہ تاباں پھر سے عالم کو منور نہیں کر دیتا۔

اور شام کا لہو رنگ شفق دودھیا روشنی میں نہا جاتا ہے۔ یہ روشنی اس سورج کی ہوتی ہے۔ جو پھر سے صبح طلوع ہونے تک اندھیروں کو چین نہیں لینے دیتی۔ ہم نے اسی سورج کو دیکھا ہے' اور ان تمام روشنیوں کا مرکز روشنی میں آکر ہی تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اندھیروں میں روشنی کی خبر کہاں!

ایک ایسا منبع انوار جس نے روشنی اور گرمی ہی نہیں' سوز عشق بانٹا ہے۔ محبت لٹائی ہے۔ اور جذبوں کے دریا بہا دیئے ..... حسین اور قیمتی جذبے۔ جس کے وجود اقدس کے ساتھ خشک لکڑی مس ہوئی تو اس کی خشک رگوں میں محبت کا جنوں ابھر آیا' ہجر و فراق اور وصال کی کیفیتوں سے آشنا ہو گئی۔ پتھروں نے دیکھا تو کلمہ پڑھ اٹھے۔ درختوں نے سلامتی بھیجی (ﷺ)

یہ سب سورج اس کی ضوفشانیوں سے بنے ہیں۔ میں بھی ایک ڈھیر تھا مٹی کا' سر راہ پڑا تھا۔ مرور زمانہ سے روندا ہوا کچلا ہوا کہ اک مسافر کا گزر ہوا۔ اس کا پاؤں بھی پڑا مجھ پر ..... اور پھر ..... چھوٹ نہ سکا۔ ایک لذت' ایک لطف' ایک رنگ ایک حسن تھا جو اس کے پاؤں کی گرد بننے میں ملا۔ اور ہم اسی راہ کی غبار ہو کر رہ گئے۔ "اب وہ سورج ڈوب گیا ہے" یہ وہ لوگ کہتے ہیں جنہوں نے اس سے روشنی پا کر رہ حیات کے چند قدم تو آسانی سے طے کر لئے مگر تپش اور جنوں سے ناآشنا رہے۔ وہ سچے ہیں۔ ان کے لئے ڈوب گیا۔ مگر آؤ اور دیکھو' ان دلوں اور سینوں کو جنہوں نے اس کو کرنیں سمیٹی تھیں۔ ان کی تو ہر دھڑکن میں

اگر فرصت پاؤ۔ تو آؤ تمہیں سر مقتل لے چلیں۔ قتل خورشید کا نظارہ کر لو' تمہیں ڈھنگ سکھا دیں تم اس کی کرنیں سمیٹ لو۔ میٹھا میٹھا درد' خوبصورت سی کسک اور ایک پر لطف بے چینی نہ دے دوں تمہیں!!

زندہ ہے۔ اور روشن بھی ہے۔ آنے والا ہم تو جانے کی تیاری میں ہیں۔ اگر فرصت پاؤ۔ تو آؤ تمہیں سر مقتل لے چلیں۔ قتل خورشید کا نظارہ کر لو' تمہیں ڈھنگ سکھا دیں تم اس کی کرنیں سمیٹ لو۔ میٹھا میٹھا درد' خوبصورت سی کسک اور ایک پر لطف بے چینی نہ دے دوں تمہیں!!

کہ یہ امانت ہے میرے پاس۔ موت کی تاریکی مجھے نہیں نگل سکے گی۔ (انشاء اللہ) اسی راستے میں' ہاں اسی سنگلاخ راستے میں روشنی کی ایک لکیر ہی سہی۔ مگر رہیں گے ضرور اور تا ابد ..... کتنے دلوں میں جھانکنا ہو گا ..... کس کس کے ساتھ چلنا ہو گا۔ خدا جانے ....... کیا تم میرا ساتھ دو گے۔ میری مدد کرو گے۔ مجھے اپنے دل میں اپنے قریب جگہ دو گے۔ کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ بعد میں آنے والوں کو تمہاری وساطت سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا ایسا کرو گے؟

آؤ تمہیں قتل خورشید کے منظر پر صحرا میں کیا بٹتا ہے وہ بھی دکھا دوں اور شاعر کو بھی سمجھا دو کہ تھا تو بہت کچھ' مگر شاید آپ نے اس طرف دیکھا نہیں ہو گا۔ لیکن شاید تمہارے پاس فرصت نہ ہو۔ ربع صدی تو میں نے خورشید کی تپش جھیلی۔ تب جا کر ایک حرارہ سا بنا۔ پتہ نہیں تم کچھ بن بھی پاؤ گے یا نہیں۔ پتہ نہیں مجھے زندہ رکھ سکو گے یا نہیں۔ کیا تم سب کے ہوتے' کیا تمہارے ہوتے ہوئے مجھے بے بس صحرا میں قتل ہونا ہے۔ اور بس! نہیں' نہیں' تم ایسے نہیں ہو' تم میری مدد کرو گے۔ اور یہ ربیع الاول جس خورشید گر کی آمد کا پتہ دیتا ہے۔ بھلا تم اس سے جدا ہو جاؤ گے؟ ہرگز نہیں۔ تم سے یہ نہ ہو سکے گا۔

آؤ تمہارے دل میں چراغاں کر دوں' تمہارے دلوں میں جلوس نکلیں' جذبوں کے' محبتوں کے' عشق کے' چھوڑو یار' نقل کو چھوڑو' آؤ سچ مچ کی روشنیاں جلائیں اور اس مطلع انوار کی طرف بڑھیں جہاں سے سورج کا اک جہاں طلوع ہوتا ہے۔

# اب پچھتاوے کیا ہوت

رفیق احمد باجواہ

جمہوریت اگر ان حرکات کا عنوان ہے کہ بغیر کسی سے مشورہ کئے' اعلان واشنگٹن نافذ کر دیا جائے' مجاہدین کو' وہ فوجی ہوں یا غیر فوجی' کارگل سے واپس آنے پر مجبور کر دیا جائے۔ فقط ایک صوبہ کے وزیر اعلیٰ کو بین الاقوامی معاملات طے کرنے پر مامور کر دیا جائے۔ کابینہ کو صرف قطعی آمرانہ فیصلوں پر عمل کروانے کے لئے مطلع کیا جائے۔ قومی اسمبلی پر موت کی سی خاموشی طاری کر دی جائے تو آمریت اور کس کو کہتے ہیں اور امریکہ جس جمہوریت کی حفاظت کی تلقین کر رہا ہے' اسکا عدم وجود آج تک امریکہ پر کیوں واضح نہیں ہو سکا۔ پاکستان' جو عوام کی زندگیاں احکام الٰہی اور سنت رسول ﷺ کے مطابق ڈھالنے کے لئے وجود میں لایا گیا تھا' وہاں غیر اسلامی سیاست کیا اسی لئے برپا نہیں کی گئی کہ اس نظریاتی مملکت کو اس کے نظریئے سے عاری کر دو' یہ از خود نابود ہو جائے گی۔

پے در پے مارشل لاؤں کے سہارے بار بار وجہ بتائے بغیر آئین منسوخ کر کے بالآخر ایک متضاد نظریات کا آئین نافذ کیا گیا۔ جسے اسلامی بنانے کے لئے ایک آمر مطلق نے چند ترامیم کیں۔ جن کو شرعی اور غیر شرعی عدالتی نظام نے بے اثر و بے سود کر دیا۔ پارلیمان کو عہدہ طلبی اور مہم جوئی کے ذریعے وجود میں لا کر اسے مجلس مشورٰی کا نام دے دینا اسلامی تقاضوں کی بار آوری نہیں کہلا سکتا۔ قانون سازی کا اختیار اگر بندوں کے حلقہ اختیار میں ہے تو اللہ کی حاکمیت نعوذ باللہ لازماً" محدود ہے اور بندے بھی' وہ جو قرآن و سنت کو نامکمل اور زمانہ کے بدلتے حالات کے ساتھ قابل ترمیم و تنسیخ تصور کرتے ہوں۔ قرآن پاک اگر مکمل ضابطہ حیات ہے تو مزید قانون سازی کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر کسی کی نظر میں یہ مکمل ضابطہ حیات نہیں تو کیا وہ قرآن کے اس دعوٰی کو تسلیم کر رہا ہے کہ آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کی تکمیل کر دی۔ گویا اپنی تمام نعمتیں تمہیں عطا کر دیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو اتباع پر راضی ہو گئے۔ آئین کے تمام اصول اور روز مرہ زندگی کو رضائے الٰہی کے مطابق ڈھالنے کے جملہ احکام قرآن پاک میں درج ہیں اور ان کی بجا آوری کے لئے جملہ قواعد رسول اللہ ﷺ نے مرتب کر دیئے ہیں۔

قرآن پاک کی شرح وقت کے مقتدر کی مرضی کے مطابق کرنا اگر رواج پا جائے تو رضائے الٰہی مقتدر حکام الٰہی پر حاوی ہو جاتی ہے۔ دین اسلام میں مقتدر کو حاکم وقت کے بجائے خلیفہ اس لئے قرار دیا گیا کہ وہ اپنی مرضی مسلط کرنے کا اہل نہیں ہوتا' خود احکام الٰہی کا تابع ہوتا ہے اوز ایسا راعی ہوتا ہے جو رعایا کو بھی اللہ کی مرضی کا تابع کرنے کے لئے اقدام کرے اور علی الاعلان کہے کہ اگر میں ایسا حکم دوں' جو احکام الٰہی کے مطابق نہ ہو تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں بلکہ مجھے راہ راست پر لانا تمہارا اولین عمل ہونا چاہئے۔ اسلام کی مجلس مشاورت احکام سازی کے لئے نہیں' مشورہ کے لئے وجود میں لائی گئی ہے اور مشورہ یک رائے ہونے کے لیے کیا جاتا ہے' اختلاف قائم کرنے کے لئے نہیں۔

قرآن پاک ایک یونیورسل بلکہ سپر یونیورسل کتاب ہے' جس میں موجود زندگی اور آخرت کی زندگی سے متعلق احکام الٰہی درج ہیں۔ اس کتاب کو کسی زمانہ تک محدود نہیں کیا جا سکتا اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ زمانہ حاضر میں انسانیت ایسے مسائل سے دوچار ہے' جن کا حل قرآن پاک میں موجود نہیں۔ لہٰذا نئی قانون سازی کی ضرورت ہے' مثلاً" سود حرام ہے۔ ضرورت اس کا متبادل نظام نافذ کرنے کی نہیں' دین اسلام میں اس کا متقابل نظام موجود ہے۔ جسے نافذ کیا جانا چاہئے۔ دین اسلام کسی تاجر کو اپنی مرضی کی منافع بازی کی اجازت نہیں دیتا۔ تجارت سے متعلق واضح احکامات ہیں۔ کوئی تاجر خریدار کی ناواقفیت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ حکومت کے لئے لازم ہے کہ شرح منافع مقرر کرے' نہ کہ اسٹاک ایکسچینج کو یہ اجازت دے کہ قیمتوں کا

اتار چڑھاؤ تمہاری دسترس میں ہے۔ کاش مدینہ منورہ کے مسلمان تاجر اور یہودی تاجر کے رویوں کو آج کی حکومت نے زیر نظر رکھا ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ آج پاکستان پر یہودی تاجر کی تجارت حاوی ہے اور لازم ہے کہ ایسے قوانین نافذ کئے جائیں جو قرآنی احکام کے تابع ہوں۔ کاش عوام کو مزید مایوس کرنے کے بجائے ان کو اس موذی صورتحال سے نجات دلانے کی پالیسی اختیار کی جاتی تو لاقانونیت اور دہشت گردی کا از خود علاج ہو جاتا۔

ہمارے ملک میں پے درپے انسداد دہشت گردی کے قانون نافذ کئے گئے۔ ان کے ذریعے دہشت گرد انصاف یوں نافذ ہوا کہ عرف عام میں یہ عدالتیں انسداد دہشت گردی کے بجائے دہشت گردی کی عدالتیں کہلانے لگیں۔ مہنگائی کا ایک سبب پاکستانی روپیہ کی پونڈ اور ڈالر سے وابستگی کے علاوہ ناجائز منافع خوری بھی ہے۔ مزید برآں اگر سٹاک ایکسچینج میں جوئے کی طرز کا کاروبار ممنوع قرار دے دیا جائے تو بھی مہنگائی پر کاری ضرب لگے گی۔ صرف سڑکیں تعمیر کرنے اور روڈ رولنگ کی سی سیاست برپا کرنے سے بیروزگاری دور نہیں ہوگی۔ اپنے شہریوں کی اہلیت کا ریکارڈ رکھنا اور اہلیت کے مطابق ہر کسی کو روزگار مہیا کرنا حکومت کے فرائض میں شامل ہے بغیر بے روزگاری کا مداوا نہیں کیا جا سکتا۔ مل مالک سے یہ دریافت نہ کرنا کہ تمہارے پاس مل لگانے کے لئے سرمایہ کہاں سے آیا اور شور برپا کر دینا کہ اب بیروزگاروں کو روزگار ملے گا' منافقانہ سیاست ہے۔

صورت احوال یہ ہے کہ عوام الناس کے لباس کا فیشن تک بیرونی ممالک کا نقل شدہ ہے۔ مغلوں کی شہنشاہیت تھی تو ان کا لباس مقبول تھا۔ انگریز آئے تو شلواریں اتار دی گئیں اور پتلونیں پہن لی گئیں۔ اب امریکی فیشن کا لباس ہر کسی کی زینت کا باعث بن گیا ہے۔ چھاتی یا کمر پر کوئی بے معنی عبارت یا تصویر کندہ ہے جو آج کی شرافت کی نشانی ہے۔ کوئی زمانہ تھا مرد رنگ دار شلوار نہیں پہنتے تھے۔ آج گہرے رنگوں کی قمیض شلوار بزرگی کی نشانی سمجھی جا رہی ہے۔ بند گلے کی واسکٹ کے بٹن بند کرنا خلاف آداب محفل گردانا جانے لگا ہے۔ گویا آمریت ہمارے لباس' ہماری تفریحات' ہماری خوراک اور ہمارے رہن سہن میں در آئی ہے۔ ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ جو میں چاہتا ہوں وہی ہو' جو میرا باپ چاہ رہا ہے اس کی فرسودہ خیالی نہیں تو خام خیالی ضرور ہے۔ اے آمریت کے پروردہ نفس پرستو! ہر باپ خود کشی کی سوچ ہی نہیں رہا' اس کا پختہ ارادہ کئے ہوئے ہے۔ ایک دن آئے گا تم رو رو کر چلاؤ گے' اب پچھتاوے کیا ہوت۔

## نعت

ملیں گے لعل و گوہر جانتے ہیں
مدینے کے گداگر جانتے ہیں
ہر اک منزل ہے ان کے راستے میں
زمانے ان کو رہبر جانتے ہیں
مریض ہجر کے دکھ کی دوا ہم
یہ فیض دیدہ تر جانتے ہیں
کسی بھی ملک میں ہو جشن مدحت
ہم اس پردیس کو گھر جانتے ہیں
انہیں اس دل کی حالت کیا بتاؤں
وہ سب کچھ مجھ سے بہتر جانتے ہیں
رہ طیبہ میں سب اہل محبت
ہر اک ذرے کو اختر جانتے ہیں
مدینے کے مسافر کو ہم اختر
مقدر کا سکندر جانتے ہیں
ہر اک بخشش طلب عاصی کو اختر
شفیع روز محشر جانتے ہیں

محمد مسعود

گماں کے دشت میں بھٹکے ہوئے مسافر کو
عطا ہوا جرعہ چشمہ یقیں تجھ سے

تمہارے ذکر سے ماتمیں بدل جائیں
شبوں کا زہر ہوا مثل انگبیں تجھ سے

تمہارے نام سے روشن جبیں ہے خط حرف
زمین شعر ہوئی چرخ ہفت بیں تجھ سے

جہان تیرہ کے بے نور آسمانوں پر
میری چمک ہے تو اے نور اولیں تجھ سے

## دعائے مغفرت

ملک مختار احمد اعوان (پنڈی گھیپ) کی والدہ ماجدہ کا انتقال مورخہ 24-9-99 کو ہو گیا ہے۔ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

## دعائے مغفرت

سید محمد اعظم شاہ (جڑانوالہ ضلع فیصل آباد) وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

# مقام صحابہ رض

امیر محمد اکرم اعوان

ماخوذ-المرشد جون 1985ء

حضرات فضیلت صحابہؓ پر ایمان ضروریات دین میں سے ہے سو اس کی اہمیت بہت واضح ہے 'مگر میرے خیال کے مطابق اس آیۃ کریمہ کی روشنی میں جو میں نے تلاوت کی ہے اس کا درجہ تیسرا ہے اور وہ یوں کہ اول درجہ عظمت باری کا ہے پھر برکات پیغمبر ﷺ کا ہے۔ وجود باری پہ تو کائنات کا ہر ذرہ شاہد ہے۔ اور ہر تنکا گواہ مگر صفات باری کے متعلق ہمیشہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے ہی مطلع فرمایا تا آنکہ آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور اس شان سے مبعوث ہوئے کہ تا قیامت ساری انسانیت کو کسی نئی نبوت کی احتیاج باقی نہ رہی اس قدر علوم بکھیرے اور اتنے خزانے لٹائے کہ عالم انسانیت ہمیشہ کے لئے اپنی منزل سے آشنا ہو گیا۔ سیاست' تہذیب' معاشرت سب کچھ اس قدر روشن واضح اور مکمل طور پر تعلیم فرمایا کہ آج تک گزرنے والی چودہ صدیاں اس پر گواہ ہیں یعنی ان کی طوالت بھی ارشادات کی روشنی کو گہنا نہ سکی نہ زمانے کی گرد ان کے فیوضات کو اوجھل کر سکی۔ جب ہی تو انسانیت کی رہنمائی کے لئے ارشاد ہوا هو الذی ارسل رسوله یعنی میرا باب معرفت میرا رسول ہے۔ میری ذات اور صفات کے بارے تم اسی سے علم حاصل کر سکتے ہو اور میرے قرب کی کیفیات کا امین بھی وہی ہے اسی کی اک نگاہ درجہ صحابیت پہ فائز کرتی ہے اور اس کا فیض محبت نہ صرف دلوں کو ذاکر بناتا ہے بلکہ گوشت پوست اور ہڈیاں تک ذاکر بن جاتی ہیں ثم تلین جلودهم وقلوبهم الی ذکر الله - اور جب رسول اللہ ﷺ کی توصیف فرمائی آپ کا تعارف کرایا تو ارشاد ہوا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی پہچان یہ ہے کہ جو لوگ ان کے فیض صحبت سے سیراب ہو رہے ہیں۔ وہ نرالے اور انوکھے انسان بن گئے ہیں کہ ساری انسانیت ان دو جذبوں سے بڑی شدت کے ساتھ متاثر ہوتی ہے۔ یعنی قوت غضبیہ اور قوت شہوانیہ کہیں جوش غضب میں کوئی برس رہا ہے اور کہیں لالچ سے مغلوب ہو کر یا اغراض کی تکمیل کے لئے کوئی سرتوڑ کوشش کر رہا ہے مگر یہ لوگ جذبات سے مغلوب نہیں ہوتے جذبات پہ حکومت کرتے ہیں ان کا غضب کفار اور کفر کے لئے ہے اور مومن کے لئے نسیم سحر کا جھونکا بن جاتے ہیں بہ یک وقت دونوں طرح کے جذبات ان کے قابو میں ہیں دنیا کے سرے سرے تک کفر کا تعاقب انہی لوگوں ۔ کیا مگر جیسے ہی کسی کافر کو بھی کلمہ حق نصیب ہوا بڑھ کر سینے سے لگا لیا۔ کسی کافر پہ تلوار بکف اٹھا ہاتھ اس کا کلمہ پڑھتے ہی تلوار پھینک کر سینے سے بھینچنے لگا۔ ان کا جوش غضب صرف کفر کے لئے ہے ورنہ بحیثیت انسان کافر بھی ان کے کرم سے محروم نہیں کہ اس کے انسانی حقوق کی حفاظت کرنا بھی انہی کا شیوہ ہے۔ نیز تو انہیں جس حال میں بھی دیکھے گا اے مخاطب انہیں اللہ کی اطاعت میں مصروف پائے گا۔ اور اس خلوص کے ساتھ جو عبادات کی جان ہے تراهم رکعا سجدا" ہر وقت اور ہر کام جذبہ جاں سپاری سے کرتے ہیں کہ وہ رکوع و سجود کا ہم پلہ ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ سب کچھ محض اللہ کے کرم اور اسی رضا کو پانے کے لئے ہے ان کا سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا شادی ہو یا موت کا حادثہ صلح ہو یا جنگ ملازمت تجارت یا کاشتکاری سب کچھ صرف اور صرف حصول قرب الٰہی کے لئے ہے ہر کام اللہ کے حکم کے مطابق نبی پاک ﷺ کے فرمودہ طریقے سے انجام دیتے ہیں اور یہ ایسے بامراد لوگ ہیں کہ انوار و تجلیات ان کے چہروں پہ برستے ہیں ان کی اطاعت عمومی اور ان کے طویل سجدوں نے ان کی پیشانیوں کو روشن کر دیا ہے اور ان کی یہ تعریف و توصیف کتب سابقہ میں بھی نازل فرمائی گئی - تورات میں ایسے اوصاف بیان ہوئے تو انجیل میں انہیں اس کھیتی سے تشبیہ دی گئی جو زمین سے پھوٹتی ہے پھر مضبوط ہو کر پودا بن جاتی ہے اور گھنی ہو کر لہلہانے لگتی ہے۔ کس قدر خوش

ہوتا ہے کسان کہ جب بھی کھیتی پہ نگاہ پڑتی ہے اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور کفر بدنصیب ہے کہ ان سے اور ان کی عظمت سے جلتا ہے حالانکہ ان نیک نہادوں سے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ سبحان اللہ قرآن کریم کا اعجاز یہ ہے کہ اس کی ہر آیت پوری انسانی زندگی کی رہنمائی کرتی ہے جیسے کہ یہ ارشاد "محمد رسول اللہ ﷺ کیا ہر لحاظ سے رہنمائی کے لئے کافی نہیں سیاست ہو یا معاشرت، تعلیم ہو یا تہذیب ہر سوال کا مکمل، شافی اور درست جواب آپؐ کی ذات گرامی میں موجود ہے سو ایک ایک آیت بھی انسانی رہنمائی کے لئے اپنے کلام ذاتی کے کیف و سرور اور ہدایت و نور عطا فرمانے کے لئے تیس پارے نازل فرمائے۔

"اس کے کرم کی بات نہ پوچھو اس کا کرم بس اس کا کرم ہے" جیسے ارشاد ہے کہ جس کی ایک تسبیح منظور ہوگئی اس کی نجات کے لئے کافی ہے مگر کرم دیکھو دن میں پانچ نمازیں ہر نماز متعدد رکعتیں اور ہر رکعت میں دو دو سجدے مقرر فرمادیئے کیا یہ محض شرف حضمدنی بخشنے کا حسین بہانہ نہیں ہے۔ کہیں تو عاشق زار بات کو لمبا کرتا ہے۔

مے بحرفے می تواں گفتن تمنائے جہانے را
من از ذوق حضوری طویل وادم داستانے را

مگر یہاں محبوب حقیقی کا کرم ہے کہ طالبوں کے لئے جمال جلال تاب کو لٹایا جارہا ہے اور بات کو دراز تر کیا جارہا ہے ایسے ہی یہ ایک کلمہ "رضی اللہ عنہ" صحابہ کرام کے بامراد ہونے کی بہت بڑی سند تھی۔ مگر تقاضائے کرم ہے کہ انہیں نوازتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اور ان کی تعریف و توصیف میں مسلسل آیات نازل فرمائی جاتی ہیں۔ سبحان اللہ

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بنتے نہیں بنائے جاتے ہیں۔ اور اول سے تخلیقی طور پر ہی نبی ہوتے ہیں۔ وجود نہ بنے تھے نہ ان کے بننے کی خبر عام تھی کہ تمام ارواح کو جمع فرماکر اپنی ربوبیت کا عہد لیا۔ الست بربکم قالو بلی وہیں ارشاد ہے۔ واذاخذاللہ میثاق النبیین یعنی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے عظمت محمدیؐ کو نہ صرف منوایا بلکہ یوں کہنا مناسب ہے کہ سب سے بیعت لی کہ جب بھی اور جہاں بھی مبعوث ہوگئے وہاں میری الوہیت بیان کروگے اور محمد رسول اللہ کی بعثت کی بشارت دوگے لوگوں کو آپ کی عظمت سے آشنا کروگے اور یہ کہوگے لوگو نسلاً بعد نسل یہ بات منتقل کرتے جاؤ کہ جو بھی حضورؐ کے مبارک زمانے کو پائے آپ ﷺ کی اطاعت کرلے اور یہ اس لئے کہ نبی دنیا میں آکر نہیں بنتے تخلیقی طور پر نبی بنائے جاتے ہیں کہ اللہ نے جو اوصاف آپ ﷺ کے ارشاد فرمائے ویسا ہی حضورؐ کو پیدا فرمایا۔ ورنہ پہلے لوگوں کا ایمان نہیں بچ سکتا جیسا انہوں نے مانا اگر آپ ویسے نہ ہوتے تو ایمان کیسے خلاف واقعہ کو سچ جانتا اور اسے ایمان کا درجہ دینا خود ایمان کے منافی ہے پھر صرف امتیوں کے ایمان کی بات نہیں انبیاء و رسل بھی تو ماننے اور قبول کرنے میں ساتھ ہیں۔ سو حق یہ ہے کہ جو اوصاف و کمالات کتب سماوی میں اللہ نے نازل فرمائے حضور ﷺ کو ان سے آراستہ فرما کر دنیا میں بھیجا اب سوال یہ ہے کہ صحابہ رسولؐ کے اوصاف بھی تو اسی خالق کل اور عالم الغیب رب العلمین نے کتب سابقہ میں نازل فرمائے۔ ان اوصاف و کمالات کو ماننا امم سابقہ کے لئے ضروریات دین ٹھہرا۔ اور نہ صرف امتیوں نے مانا بلکہ انبیاء و رسل کا ایمان بھی انہی آیات کے ساتھ تھا اور صحابہ ابھی پیدا نہ ہوئے تھے کہ ان کی عظمت کا اقرار باعث نجات اور ضروریات دین میں سے تھا تو یوں سمجھ آتی ہے کہ یہ لوگ بھی محض بنے نہیں بنائے گئے ہیں اور صحابیت محمد رسول اللہ ﷺ کا درجہ وہبی ہے محض کسبی نہیں ورنہ تو صرف نبوت وہبی ہوتی ہے اور کسب سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔

جس پر مندرجہ ذیل حقائق بطور دلیل موجود ہیں۔

1- کبھی بھی کسی کمال کو شرط ایمان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ خصوصیت صرف وہبی کمال کی ہوتی ہے جیسے نبوت، کہ کمال کسبی کا کیا بھروسہ اس معیار کو پہنچے یا نہ نیز کمی بیشی کا احتمال ہر آن موجود۔

2- مطاع اور واجب التقلید بھی صرف نبی اور نبوت ہی کا مقام ہے کہ وہ وہبی ہوتا ہے مگر یہاں صحابہ کرام ﷺ کو یہ منصب عطا ہوا جیسا کہ ارشاد ہے والذین اتبعواھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہم اور حدیث پاک میں ارشاد کہ فبایہم اقتدیتم اہتدیتم او کمال قال ﷺ یعنی منصب

صحابیت اتباع کا متقاضی ہے جو بیک وقت جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہے اگرچہ فضائل اور مدارج جداگانہ ہیں۔

3- کہ ان کا یہ مقام و مرتبہ کتب سابقہ میں بیان فرمایا گیا۔ جبکہ یہ حضرات ابھی عالم وجود میں وارد نہ ہوئے تھے۔ اس وقت ابھی ان کے کمالات اور مقامات پہ نہ صرف پہلی امتوں کو ایمان لانا تکمیل ایمان کے لئے ضروری تھا بلکہ جملہ انبیاء سابقہ کا وجود یہی عقیدہ اور ایمان تھا۔ اور یہ اہمیت کسی بھی ایسے کمال کو حاصل نہیں ہوسکتی جو کسب سے حاصل کیا جاسکتا ہو۔

4- تمام کسبی کمالات جس طرح بعد رسالتؐ موجود تھے اب بھی موجود ہیں۔ مجاہد نمازی شہید' عابد و زاہد سب کچھ تو بنا سکتا ہے اور ان کمالات کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر مومن حاصل کر سکتا ہے مگر مقام صحابیت کا حصول ممکن نہیں کہ یہ صرف ان مخصوص حضرات کا حصہ ہے جنہیں وہ مبارک لمحہ نصیب ہوا جب یہ دولت بٹتی تھی۔

ولایت وہبی بھی ہوتی ہے اور کسبی بھی یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی بغیر کسب کے ولایت سے سرفراز ہو اور یہ بھی کہ محنت کر کے حاصل کرلے مگر صحابیت کے لئے یہ تو طے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم بقا میں جلوہ افروز ہونے کے بعد کوئی شخص درجہ صحابیت کو نہیں پا سکتا سو اس دور میں تو کسی نہ رہی۔ رہا تیئس سالہ عہد نبوت تو اس میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ ان تمام لوگوں کی اجماعی توصیف کتب سابقہ میں نازل فرمائی جنہیں شرف صحابیت نصیب ہونا تھا۔ یعنی یہ وجود ہائے مقدس ابھی تخلیق نہ ہوئے تھے کہ ان کے اوصاف امم سابقہ کے لئے شرط تکمیل ایمان ٹھہرائے گئے۔ اب یہ پیدا ہوئے دنیا میں آئے تو اگر ان اوصاف کے حامل نہ ہوں تو سب سے پہلا اعتراض علم باری پر اور اسی قوت کے ساتھ قدرت باری پہ وارد ہوتا ہے کہ بنانے والا بھی خود اور علم ازلی ابدی پر واقعہ خلاف اطلاع کیسے ہوگیا اور یہی وجہ ہے کہ عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا انکار کرنے کیلئے یار لوگوں کو عقیدہ بدایجاد کرنا پڑا جس کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ کریم کو واقعات کا علم تب حاصل ہوتا ہے جب واقعہ ظہور پذیر ہو ورنہ پہلے یونہی اندازے سے ارشاد فرمادیتا ہے۔ بھئی کمال ہے یہاں صرف بتانے والا ہی خود نہیں بنانے والا بھی آپ ہی ہے۔ اگر ایسا عقیدہ رکھا جائے تو یہ عظمت باری کی صریح نفی ہے۔

دوسرے ان لوگوں کے ایمان کیا ہوئے جو ان کے دنیا میں آنے سے پیشتر پہلی آسمانی کتابوں کے وسیلے سے انہیں بالکل ویسا ہی تسلیم کرتے ہے جیسا کہ کتب میں ارشاد ہوا سو یوں سمجھ آتی ہے کہ شرف صحابیت بھی وہبی ہے اور محض اتفاقاً" کچھ لوگ اس سے سرفراز نہیں ہوئے بلکہ ازل سے اسی مقام کے حامل بنائے گئے ہیں۔

مجھے تو ان کے مقدر پر رشک آتا ہے

وہ لوگ کیا تھے جو محبوب کبریا سے ملے

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ کفار کہیں یا محروم القسمت کہہ لیں ایسے لوگوں کے حق میں ارشاد ہوتا ہے۔ ینظرون الیہ وھم لایبصرون (والقرآن) کہ اے محبوب آپ کیطرف دیدے گھماتے ہیں مگر آپ کو دیکھ نہیں پاتے۔ یعنی صرف ایک حیثیت انہیں نظر ہی نہیں آتی محمدؐ بن عبداللہ آپ کی اصل شان اور خاص حیثیت یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نظر ہی نہیں آتی۔ تو اگر صحابیت کسبی شے ہوتی تو ان پر اس کا دروازہ بند نہ ہوتا۔ یہاں ایک مسئلہ اور بھی آجاتا ہے کہ ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف چچا تھے بلکہ امکانی حد تک انہوں نے حضورؐ کا ساتھ دیا امکانی حد تک انہوں نے حضورؐ کا ساتھ دیا اور کفار کے مقابل اپنی ذات کو کھڑا رکھا مگر دنیا سے بغیر ایمان لائے اٹھ گئے اگرچہ احادیث مبارکہ سے پتہ ملتا ہے کہ ان کی یہ محنت بھی اکارت نہیں گئی اور دوزخ میں انہیں سب سے کم عذاب ہوگا مگر جنت کو نہ جاسکیں گے۔ کہ ایمان نصیب نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کی حمایت بھی محمدؐ بن عبداللہ کے لئے تھی جو ان کا بھتیجا تھا محمد رسول اللہ کے لئے نہ تھی۔ اگر آپؐ ان کے بھتیجے نہ ہوتے تو کیا صرف رسالت کی حمایت کے لئے وہ آگے بڑھتے ہرگز نہیں کیونکہ رسالت کو انہوں نے مانا نہیں تو حمایت کیسی اور یہی حال دوسروں کا ہے کہ سارے انکار کا سبب یہ تھا کہ ہم محمدؐ بن عبداللہ کو کیسے قبول کرلیں اگرچہ بعض کا کفر عنادی اور حجوری تھا یعنی اندر سے جان گئے تھے مگر یہ حیثیت کہ یہ محمدؐ بن عبداللہ ہے بنو ہاشم کا یتیم اور امی محض ہم اسے کیسے قبول کر سکتے ہیں۔ تو اس ساری بحث کا نتیجہ بھی وہی ہے کہ نعمت انہی کو نصیب ہوئی جنہیں وہبی طور پر عطا فرمائی گئی۔

اور کیوں نہ ہو ذات پیغمبر ﷺ کا درجہ بہت ہی بلند ہے یہاں حال یہ ہے کہ وہ شہر جہاں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے پلے بڑھے' جوان ہوئے اور نبی مبعوث ہوئے وہ پہاڑ' وہ صحرا' وہ گلیاں وہ محلے اور ان کی خاک تک کو کافر پہ حرام قرار دیدیا اور حرم کی حدود مقرر فرما کر مسلمانوں پہ فرض کر دیا کہ اسے کفار کے پاؤں سے آلودہ نہ ہونے دیں ایسے ہی وہ شہر بے نظیر کہ جہاں خواجہ دو سرا کا قیام ہے ﷺ بھی کافر کے لئے حرام قرار پایا جس خاک نے آپ کے قدم چومے وہ کافر کے لئے حرام ہو گئی تو ذات رسول ﷺ کو نہ صرف دیکھنا بلکہ آپ سے بیعت کرنا' ساتھ ہجرت کرنا' جہاد کرنا' عبادات کرنا بلکہ زندگی بسر کرنا یہ سب وہبی ہے اور عطا ہے۔ اور ان کی عظمت خدا ہی جانے جو مقدس ہستیاں ساتھ جڑیں تو پھر سفر' حضر' احد' بدر' گھر او قبر میں بھی رفیق ہیں۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقاں پاک طنیت را

سو احباب کرام عظمت باری جڑ ہے اور وجود مبارک رسول اللہ تنا ہے صحابہ برگ و بار جڑ کا نشان تنے سے ملتا ہے اور تنے کی خوبی برگ و باریاں کرتے ہیں سو عظمت صحابہ پر وار جڑ کاٹنے کے مترادف ہے دوسری ضرب اوصاف نبیؐ پہ لگتی ہے کہ مزکی اعظم نے کیا یہی تزکیہ کیا ہاں ایک بات ضرور ہے کہ لوگوں کے اعتراضات بھی بے دلیل نہیں ان کے پاس تاریخی شواہد موجود ہیں۔ ٹھیک ہے۔ ان شواہد کے وجود سے انکار درست نہیں مگر آپ احباب میں بیشتر حضرات چوٹی کے وکیل ہیں اور دوسرے بھی سب حضرات اہل علم کیا یہ تو حق نہیں بنتا کہ شہادت اور شاہد کی حیثیت کو متعین کیا جائے۔ اور پھر رد و قبول کا فیصلہ ہو۔ تو سنئے ایک طرف شہادت ہے قرآن کی۔ اللہ کی آخری کتاب کی اللہ کے آخری رسول کی اور خود ذات باری کی جو اگلے پچھلے ظاہر باطن سب حالات جانتا بھی ہے اور خود ہر شے' ہر وجود اور ہر وصف کا خالق بھی ہے۔

**ان کا جوش غضب صرف کفر کے لئے ہے ورنہ بحیثیت انسان کافر بھی ان کے کرم سے محروم نہیں کہ اس کے انسانی حقوق کی حفاظت کرنا بھی انہی کا شیوہ ہے۔ نیز تو انہیں جس حال میں بھی دیکھے گا اسے مخاطب انہیں اللہ کی اطاعت میں مصروف پائے گا**

مقابلے میں گواہی ہے کلبی کی واقدی کی مسعودی وغیرہ ہم مورخین کی جن کا اپنا ایمان ثابت نہیں ہوتا کہ یہ سب حضرات خود شیعہ تھے۔ اور عظمت صحابہ کے اولین منکر اور یہود کی خلاف اسلام تحریک سے متاثر' پھر یہ چشم دید گواہ نہیں' تیسری صدی میں سن کر لکھتے ہیں۔ حضرت انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ' یفرن من افواہ الناس کہ لوگوں کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں ہوتی ہیں۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ ہمارے سامنے آدھا ملک ٹوٹ گیا سب نے دیکھا تو آج اگر پیپلز پارٹی جماعت اسلامی اور عوامی لیگ میں سے ایک ایک آدمی اس کی تاریخ لکھے تو حقیقت ہو گی یا اپنا اپنا نقطہ نظر ہو گا۔ یہی حال تاریخ کے ہر دور کا ہے آپ اسی برصغیر میں مسلمان حکمرانوں کی کردار کشی سے اندازہ کر لیں کہ مستشرقین کے تعصب نے انہیں ظالم و جابر لکھا اور ظالم عیسائیوں کو شیر دل کہا آپ نہیں دیکھتے کہ اورنگ زیب عالمگیر رحمت اللہ علیہ تو ظالم کہلائے اور رچرڈ شیر دل۔ سو کتاب الٰہی کے سامنے کسی دوسری شہادت کی کوئی حیثیت نہیں۔

سو عظمت صحابہ کا انکار صرف ایک شے کا انکار نہیں بلکہ سارے اسلام کا انکار ہے ان حضرات کو اللہ نے مطاع قرار دے دیا ہے حالانکہ معصوم نہیں ہیں۔ عصمت خاصہ نبوت ہے جبھی تو نبی کی اطاعت فرض ہے مگر یہاں یہ بھی معصوم نہیں تو محفوظ بدرجہ اولیٰ نہیں کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے تین طبقے ارشاد ہوئے ہیں۔

1- والسابقون الاولون من المھاجرین
2- والانصار
3- اور تیسرا ہمیشہ کے لئے قیام قیامت تک کیلئے والذین اتبعوھم باحسان

وہ طبقہ جو مہاجرین و انصار کا خلوص قلب سے متبع رہا۔ جو بھی شخص ان تین طبقوں میں شامل نہیں وہ امت اجابت سے خارج اور اسلام سے محروم ہے کہ انہی لوگوں کی اطاعت باعث حصول رضا ہے جو بہت ہی بلند مقام ہے۔ یہی لوگ حقیقی فنافی الرسول کے حامل ہیں۔ اللہ کریم ہم سب کو حاضر و غائب تمام مسلمانوں کو انہیں کے مبارک نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ (آمین)

## میرے شیخ

### تحریر۔ سردار ایاز خان

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے اولیاء کرام میں ایک شیخ العرب والعجم سلطان شریعت وطریقت برہان حقیقت مفتی اسرار الٰہی، معرفت الٰہی کے سمندر میرے شیخ سرتاج اولیاء حضرت فقیر مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ بھی ہیں۔ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے بارہویں شیخ ہیں۔

حالات زندگی۔ آپ 31 دسمبر 1934ء میں پیدا ہوئے خوشاب اور چکوال کے درمیان پہاڑ کی سنگلاخ چوٹی پر منارہ آپ کا گاؤں ہے۔

سرتاج اولیاء شیخ المکرم حضرت فقیر اکرم اعوان مدظلہ کا تعلق اعوان برادری سے ہے جن کا حسب ونسب خلیفہ چہارم حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔ آپ کی مروجہ تعلیم ایف اے ہے۔ لیکن جاپان کی جن یونیورسٹیوں میں پی ایچ ڈی کرائی جاتی ہے آپ وہاں انگلش میں خطاب کرتے ہیں۔

**بیعت۔** آپ نے 1957ء میں مشہور صوفی بزرگ شیخ العرب والعجم مجدد طریقت بحرالعلوم شریعت مجتہدنی التصوف امام اولیاء حضرت شیخ اللہ یار خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک پر بیعت طریقت کی آپ نے مسلسل پچیس برس سے زیادہ عرصہ تک امام الاولیاء حضرت شیخ اللہ یار خانؒ کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کیا۔ حضرت شیخ اللہ یار خانؒ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا اکرم اعوان اس جماعت کا جرنیل ہے۔ آپ کو امام اولیاء حضرت شیخ اللہ یار خانؒ نے اپنی مبارک زندگی میں اپنا جانشین مقرر کردیا تھا۔

خواجہ بزرگ شیخ المکرم حضرت اکرم اعوان مدظلہ 18 فروری 1984ء میں امام اولیاء حضرت شیخ اللہ یار خانؒ کی وفات کے بعد ان کے باقاعدہ جانشین روحانی مقرر ہوئے۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے موجودہ شیخ ہیں۔ حضرت فقیر محمد اکرم اعوان مدظلہ سراپا ہدایت متوکل ولایت و پیشوائے صادقین ہیں۔ آپ اس زمانے کے سرتاج اولیاء ہیں۔

آپ کا کلام بڑا بلند پایہ اور ملفوظات بڑے لطیف ہیں، جنہیں سننے سے دل خوش اور روح، عشق الٰہی سے مہک اٹھتی ہے۔ سرتاج اولیاء حضرت شیخ محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ جس پیر یا رہنما کی دربار نبوی ﷺ تک روحانی رسائی نہیں ہے اسے بیعت لینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ وہ جھوٹا اور کاذب ہے۔ اولیاء اللہ کا لبادہ اوڑھ کر مخلوق خدا کو دھوکہ دے رہا ہے۔ مقام غور ہے حضرت جی کے اس فرمان کے مطابق آج کتنے پیر اس معیار پر پورا اترتے ہیں۔

سرتاج اولیاء حضرت فقیر محمد اکرم صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں میں یہ بات ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے کہ میں ایک نگاہ میں ایک شخص کے وجود کے ذرے ذرے کو اللہ کا ذکر سکھا سکتا ہوں جس کے لئے بڑے بڑے صوفی برسوں وقت طلب کرتے تھے مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ قوت بخشی ہے کہ وہ بات میں ایک لمحہ میں کر سکتا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اگر آپ اس کے طالب ہیں۔

میاں اللہ اللہ کرلو یہ دولت نایاب ہے

سرتاج اولیاء حضرت شیخ محمد اکرم اعوان صاحب مدظلہ العالی دارالعرفان منارہ ضلع چکوال میں سالکین (مریدوں) کی تربیت روحانی کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ دارالعرفان آپ کی روحانی تربیت گاہ ہے یہاں پر ہروقت ذکر ہوتا رہتا ہے۔

دارالعرفان منارہ میں ہر سال ماہ جولائی میں سالانہ روحانی اجتماع ہوتا ہے سالکین اندرون اور بیرون ملک سے کثرت کے ساتھ آکر آپ سے فیض حاصل کرتے ہیں صبح اور شام حضرت جی مدظلہ ذکر کرواتے ہیں اور دن کو درس قرآن مجید دیتے ہیں آپ کے مجاز اور شاگرد بھی دن کو کثرت کے ساتھ سالکین کو ذکر کرواتے ہیں۔ یہ سالانہ روحانی اجتماع تقریباً چالیس دن تک جاری رہتا ہے۔ اس کے علاوہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بھی دس روزہ روحانی اجتماع ہوتا ہے اس میں بھی سالکین اندرون اور بیرون ملک سے آکر آپ سے فیض یاب ہوتے ہیں اور ذاکر ومنور قلب لے کر جاتے ہیں۔

سرتاج اولیاء شیخ المکرم حضرت فقیر مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالیٰ کو اللہ نے جو جو درجات عطا فرمائے جو قوت روحانی بخشی، جسمانی قوت کے علاوہ قوت ایمانی، استقامت، شجاعت، صبر وتحمل حوصلہ، دلکش قوت بیان اور تحریر جیسے انعامات سے نوازا، انتظامی اور کاروباری صلاحیت اور خوش مزاجی آپ کی شخصیت کا حصہ ہیں۔

اللہ رب العزت نے اس روحانی مشن کی کامیابی کے لئے ان تمام خوبیوں کو جمع کرکے آپ کی مقناطیسی شخصیت بنائی جس کسی کو بھی آپ کی صحبت میں چند دن اللہ اللہ کرنے میں نصیب ہوئے اس کا قلب ایسا منور اور روشن ہوا جس کے اندر دنیا کی محبت، بغض، حسد کبر تھا وہ بیک وقت ختم ہو گیا اس کا قلب اللہ اللہ کرنے لگ گیا۔

حضرت شیخ المکرم دامت برکاتہم کی شخصیت ایک ایسا سمندر ہے جس سے ہزاروں انسان ہر وقت اپنی روحانی پیاس کی تسکین پاتے ہیں۔ حضرت جی کی شخصیت سے چھوٹنے والے انوارات سے خوش نصیبوں کے دل منور اور روشن ہوتے رہتے

ہیں۔

آپ کے سبب سالکین سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ تک برکات نبوی ﷺ پہنچتے ہیں۔ حضرت فقیر محمد اکرم اعوان برکاتہم فرماتے ہیں کہ میں کسی درس گاہ سے فارغ التحصیل نہیں ہوں میں نے تو اپنے شیخ امام اولیاء قلزم فیوضات حضرت اللہ یار خانؒ کی پچیس برس سے زیادہ جوتیاں سیدھی کی ہیں جس کا صلہ حضرت شیخ المکرم مدظلہ کو مفسر قرآن کی صورت میں ملا جو تفسیر اسرار التنزیل کے نام سے دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

حضرت جی اسرائیل کے علاوہ دنیا کے ہر ملک کا دورہ کر چکے ہیں۔ ہر ملک میں آپ کا حلقہ اثر موجود ہے جہاں سلسلہ کے ذاکرین اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ شمالی علاقہ جات اور ملک کے دیگر دور دراز علاقوں کے حاجت مندوں کے لئے ایک ادارہ "الفلاح فاؤنڈیشن" آپ کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں لاہور میں سائنس کالج، صقارہ گرلز کالج، انٹرمیڈیٹ کالج منارہ اور صقارہ اکیڈیمی جیسے تعلیمی اداروں کے آپ بانی مبانی ہیں۔

سرتاج اولیاء شیخ المکرم حضرت فقیر محمد اکرم اعوان دامت برکاتہم جہاں ایک صوفی شاعر بزرگ ہیں وہاں سیاح، بہترین کاشتکار اور بہت سی کتابوں کی مصنف بھی ہیں شیخ المکرم دامت برکاتہم کی چند تصانیف درج ذیل ہیں۔

1- تفسیر اسرار التنزیل دس جلد مکمل قرآن شریف کی تفسیر
2- ارشاد السالکین 2 جلد
3- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دوستوں اور دشمنوں کے نرغے میں۔
4- راہی کرب وبلا واقعہ کربلا کے بارے میں۔
5- عصر حاضر کا امام۔
6- شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد، غبار رہ سفرنامہ دو جلد میں

شاعر، متاع فقیر، گرد وسفر، آس جزیرہ، نشان منزل وغیرہ جو ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارہ ضلع چکوال سے مل سکتی ہیں۔

سرتاج اولیاء حضرت شیخ محمد اکرم صاحب دامت برکاتہم موجودہ نظام سیاست نظام تعلیم، نظام عدل اور نظام معیشت کے یکسر مخالف ہیں۔

اسے انگریزی استبداء کا دوام بخشنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس کافرانہ نظام کی بیخ کنی کے خلاف آواز بلند کی جس کی وجہ سے تنظیم الاخوان معرض وجود میں آئی۔ آپ تنظیم الاخوان کے امیر ہیں۔

1

اس بات پر دو کہ کہیں اسلام حکومت نہ کرنے لگے حکومتی قوت جو ہے وہ دین کے پاس نہ آئے۔ نظام جو ہے، سسٹم جو ہے وہ اسلام کا نہ آجائے۔ آپ یہاں دیکھتے ہیں کہ اپوزیشن اور حکومت کتنے لڑتے ہیں آپس میں۔ اور ایک دوسرے کو جیلوں میں ہی ہمیشہ بند رکھتے ہیں لیکن جب نظام کی بات آتی ہے تو متحد ہو جاتے ہیں کہ نظام کو بچانا ہے ہمیں۔ اب دونوں حکمران بھی اور اپوزیشن بھی امریکہ تک واویلا کرتے پھر رہے ہیں کہ جناب یہ نظام ختم ہو جائے گا اس کے بچاؤ کا کچھ کرو۔ تو اب کفر کی توجہ بھی پوری اس بات پر ہے کہ زمین پر کہیں بھی اسلامی نظام نہ آئے۔ شاید ہماری کوششوں سے تو آتا یا نہ آتا لیکن غیرت الٰہی کافروں کی ضد میں تو اسے نافذ کرے گی۔ یہ تو اس کی عظمت کا تقاضا ہے کہ وہ کافروں کی ضد کو پورا نہ ہونے دے۔ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ "مسلم کا خدا کوئی نہیں" اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ عراق میں مسلمانوں پر جو میزائل پھینکے جا رہے ہیں تو کسی پر وہ لکھ دیتے ہیں، رمضان کا تحفہ ہے، کسی پر لکھ دیتے ہیں کہ صدام

Call your ALLAH to save you

بلاؤ خدا کو کہاں ہے وہ تمہیں بچائے ان میزائلوں سے۔ تو کفر کا یہ چیلنج مسلمانوں کے لئے نہیں ہے یہ اللہ کے لئے ہے اور غیرت الٰہی کا تقاضا ہے تو چونکہ کفر کی ساری کوشش اب اس پہ مرکوز ہوگئی ہے کہ بھئی دنیا میں کہیں اسلامی نظام نہ آئے اس لئے انشاء اللہ اسلامی نظام آئے گا۔

اب اس کے لئے کسے توفیق دیتا ہے کسے پسند کرتا ہے کس میں وہ جذبہ پیدا کرتا ہے کس کی کوششوں کو قبول کرتا ہے یہ اس اللہ کی مرضی ہے اور یہ دعا کیا کریں کہ اللہ ان لوگوں میں ہمیں بھی قبول کرلے جو اس کا سبب بنیں گے۔ (آمین)

2

بنانے پڑتے ہیں پوری سڑک نیچے بنتی ہے ہیں، ہمیں تو وہ وقت یاد ہے، نئی نسل کو تو شاید یہ دھوکہ دے لیں ہمیں تو نہیں دے سکتے۔ بہر حال سارے مسائل کا حل یہ ہے کہ ہم توبہ کریں اور اسلام کو اپنائیں اور حکمرانوں کو مجبور کردیں کہ ملک پہ یا اسلام نافذ کریں یا اس ملک

کی حکومت چھوڑ دیں۔ وہ حکومت بنے جو شرعی طریقے سے بنے اور شریعت اسلامیہ جسے جو رتبہ دے اسے وہ نصیب ہو۔ اللہ کریم فرماتے ہیں اس آیہ مبارکہ میں بھی رب جلیل نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! دولت کے لالچ میں مت آؤ ولا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیوة الدنیا۔ جن لوگوں کو میں نے محض دنیا کی دولت دے دی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ اس دنیا نے انہیں دین سے دور کر دیا۔ لنفتنهم انہیں دولت دی اس لئے گئی ہے کہ انہیں مصیبت میں' فتنے میں' آزمائش میں ڈال دیا جائے۔ تم ان کی نقل کرنا چھوڑ دو' تم ان سے امیدیں رکھنا چھوڑ دو' ان کی دولت پر نظر رکھنا چھوڑ دو۔

ورزق ربک خیر وابقی۔ ہاں جائز اور حلال طریقے سے محنت کرو' جائز وسائل سے جو اللہ کی طرف سے روزی نصیب ہو سب سے بہتر ہے۔ اسے اللہ کا انعام سمجھ کر اس پر صبر کرو اور لوٹ میں حصے دار بننے سے باز رہو فرمایا وامر اھلک بالصلوۃ۔ خود بھی کم از کم اپنے خاندان کو تو دین دار بناؤ اور دین پر عمل اختیار کرو' اللہ کی عبادت کرو' اللہ کو یاد کرو' اپنے خاندان کو دین پر کاربند کرو واصطبر علیھا اور دین پر جم کر رہو لانسئلک رزقا" ہم آپ سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ تمہارے پاس دنیا میں دولت کتنی تھی۔ نحن نرزقک۔ اے انسان اللہ کو تیرے مال کی ضرورت نہیں وہ تو خود تجھے رزق دیتا ہے تو محتاج ہے وہ تجھے پالتا ہے۔ والعاقبته للتقوی۔ ہاں یہ یاد رکھو آخرت نیکی اور تقویٰ سے حاصل ہوگی' دولت سے نہیں۔ تو حضرات! ہمارا مسئلہ یہ ہے' ملک کا مسئلہ یہ ہے کہ اسے اس کی اصل جگہ سے ہٹا دیا گیا اور ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم دنیا کے لالچ میں آکر دنیا کے ان کتوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ اور اپنی دنیا بھی خراب کر رہے ہیں اور آخرت بھی۔ میں آپ کو یہ بتا دوں کہ انہیں ووٹ دینا بھی شرعاً" حرام ہے' اس نظام میں حصہ لینا بھی شرعاً" حرام ہے' اس کے باوجود جو ووٹ دے گا جو حصہ لے گا وہ اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے۔ ہم تو صرف دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ سب کو ہدایت دے (آمین)

3

گا۔ تو اس میں توازن اور اعتدال رکھنا یہ خداداد صلاحیت ہے اور بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے لیکن اس مقصد کو پیش نظر رکھئے کہ یہ اعتکاف اس کی عبادتیں یا اذکار مراقبے یا تلاوت یا محنت یا مجاہدہ اس سب کا حاصل وہ یقین ہے وہ اعتماد ہے جو ہمیں نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے حاصل ہوتا ہے۔ دنیا و آخرت کی کامیابی اس بات پر ہے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ پر کتنا اعتماد ہے۔ کہنے کو ہر مسلمان کہتا ہے لیکن میدان عمل میں جب ہم عمل کرتے ہیں جب ہم لین دین کرتے ہیں جب ہم کاروبار کرتے ہیں وہاں پتہ چلتا ہے کہ ہم کتنا اعتماد کر رہے ہیں۔

میں نے آج بہت سے اخبارات دیکھے ہیں میں سرسری نظر سے اخبار دیکھتا ہوں تو مجھے آج کے اخبارات میں ایک ہی خبر نظر آئی جس پہ میری نگاہ رکی ہماری ایک مصیبت یہ ہے کہ ہم قدم بقدم مغرب کے پیچھے چلتے ہیں اگر مغرب والے نام بدل دیں تو ہم بھی بدل دیتے ہیں میں ایک دن اسلام آباد تھا تو ایک مولانا دعا مانگ رہے تھے عربی میں دعا کر رہے تھے کہ اللہ بوزنیا میں مسلمانوں کی الھم البنصر مسلمین فی البوزنیا حالانکہ وہ ملک بوسنیا ہے اسلامی ملک ہے اور بوسنیا اس کا نام ہے انگریزوں نے اپنے اس تلفظ سے بوسنیا کو بگاڑ کر بوزنیا کر دیا تو مولانا دعا عربی میں مانگ رہے تھے منبر پر بیٹھے ہوئے لیکن اہل مغرب کی پیروی میں اسے بوزنیا کہے جا رہے تھے اس طرح ایک ریاست تھی اسلامی "شیشان" جسے مغرب والے چیچنیا لکھتے پڑھتے ہیں۔ انگریزی میں چیچنیا اس کا اصل تلفظ نہیں ہے اصل تلفظ "شیشان" ہے۔ اسلامی ریاست تھی کسی زمانے میں پھر روس نے ہڑپ کر لی جب وہاں سے نکلے تو اب تک ان میں جنگ ہوتی رہی اور آج کی بہت خوبصورت خبر یہ تھی کہ اہل شیشان نے اعلان کر دیا ہے کہ ہمارے ملک کا دستور قرآن حکیم ہوگا حالانکہ وہ حالت جنگ میں ہیں اور ابھی ان پر قتل وغارت گری مسلط ہے لیکن آج کی خبر یہ تھی کہ انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ ہمارا دستور قرآن مجید ہے۔ سرکاری طور پر ملک کا قانون جو ہوگا اس کی اساس قرآن ہوگی اور قرآن وسنت کے مطابق نیا آئین ترتیب دیا جائے گا۔ اللہ کرے یہ سعادت پاکستان کو بھی نصیب ہو۔ آمین